امامیہ مشن لکھنؤ کا
پانچواں تبلیغی رسالہ

اصول دین اور قرآن

مطبوعہ سرفراز قومی پریس
وکٹوریہ اسٹریٹ - لکھنؤ

یاقومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

امامیہ مشن کی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہین ہین اگر آپ اس کام کو ضروری خیال فرماتے ہون تو پھر ہماری کسی ممکن امداد سے دریغ نہ فرمائیے اور کم سے کم ممبر ہی بنکر ہماری تقویت کا سبب بنیے۔ جو حضرات ایک روپیہ سالانہ چندہ مرحمت فرمادین گے انکو ممبر بننے کے بعد جو رسالہ شایع ہوگا وہ نصف قیمت پر دیا جاویگا اور جو حضرات پانچ روپیہ سالانہ چندہ مرحمت فرمادین گے ان کو کل رسائل جو اب تک شایع ہو چکے ہین نیز جو آیندہ شایع ہون گے بلا قیمت ارسال کیے جاوینگے۔ فقط

اللہ ——— عے الی الخیر۔

سید ابن حسین عفی عنہ،
آنریری جنرل سکرٹری۔
امامیہ مشن۔ حسین آباد۔ لکھنؤ

فہرست مضامین رسالہ اصول دین و قرآن

سرکار حجۃ الاسلام سید العلما مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ
مجتہد العصر مدظلہ العالی

امامیہ مشن لکھنؤ کی پانچوین دینی خدمت اور اُسکی ضرورت

عام برادران اسلام نے اصول دین سے عدل و امامت کو خارج کر دیا ہے اور وہ عدل سے تو سرے سے منکر ہی ہو گئے ہین اور اُنکا خیال ہی کہ خدا کے لئے عادل ہونا ضروری نہین ہی اور امامت کو وہ ایک فرعی چیز قرار دیتے ہین۔ اسکے برخلاف ہمارے فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک عدل و امامت دونون اصول دین مین داخل ہین اور انکا اعتقاد ضروری ہی اور اسی وجہ سے یہ مسئلہ اکثر حلقون مین مورد توجہ سمجھا جاتا ہی کہ عدل و امامت کے اصول دین مین سے ہونیکی کیا دلیل ہی اور نیز خداوند عالم کے عادل ہونیکے معنی کیا ہین اور مشاہدات عالم کی بنا پر عدل الٰہی کے خلاف جو توہمات پیدا ہوتے ہین اُنکا حل کیا ہی۔ چنانچہ چار برس قبل مدرسۃ الواعظین کے جلسۂ سالانہ منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر جماعت احمدیہ کیطرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جسمین علمائے شیعہ کو مخاطب کر کے شیعی فرقہ کے معتقدہ اصول دین پر اعتراضات کئے گئے تھے جس کے بعد اس بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سلسلہ مین حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کے قلم سے تین زلزلہ افگن مضامین متواتر شائع ہوئے جنھون نے شکوک و اعتراضات کے قلعہ کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔ چونکہ یہ مضامین مدرسۃ الواعظین کے مؤقر رسالہ الواعظ مین متفرق طور پر شایع ہوئے تھے اور عام طور سے لوگ اُنپر مطلع نہین ہیں اور یہ اعتراضات آجکل بھی گوش زد ہوتے ہین اس لئے مصنف علام دام ظلہ کی اجازت سے ہم ان مضامین کو یکجا شایع کر دیتے ہین

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقل اشتہار منجانب جماعت احمدیہ لکھنؤ

جماعت احمدیہ لکھنؤ

۱۹۶۴ ۶/۲/۲

کے خوشی کی اُس وقت سے انتہا ہی نہین رہی جب سے اُسکو یہ علم ہوا کہ مدرستہ الواعظین کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۲۸ء کو منعقد ہوگا چونکہ بفضلہ تعالیٰ یہ مجمع اہل علم کا ہے جسکی ادنی بزرگی کا مرتبہ اُسکے سامعین کے عظمت و وقار سے اندازہ ہوسکتا ہے جسمین شرفاء پنجاب، وکلاء، علما نوابین، والیان تک جلوہ افگن ہین،

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء کی پیشگاہ عالی مین باادب عرض کیا جائے کہ قرآن کریم نہایت شدومد سے صرف پانچ چیزون کا نام لیکر اُسپر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہین۔ **توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد** اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انھین پانچ چیزون کو قرآن کریم نے بتایا ہے اور انھین پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جسکو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضل ضلالا بعیدا فرمایا ہے اب اس کے علاوہ اگر کوئی اور چیزون پر ایمان رکھے اور نہایت ہی عمدہ کام کرے حتی کہ محبت اہل بیت علیہ السلام ہی کی کیون نہ ہو یا اعمال فریضہ ہی کیون نہون وہ سب کے سب بیکار و حبط ہوجائینگے

انکا کوئی بدلہ نہ ملیگا جیسا کہ خدائے تعالی فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان
نص مبین کے خلاف ایمان کی یون تعلیم فرماتے ہین، توحید، عدل، نبوت، امامت
قیامت، اب جائے تعجب ہے کہ یہ تعلیم سلیم ہمکو کہان سے دی جاتی ہے جسکا تذکرہ
قرآن کریم مین کسی رنگ مین بھی نہین پایا جاتا ہے پس اس اختلاف و بعد کا ثبوت
علمائے اہل دانش سے طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ معاملہ ایمان کا ہے جسپر تمام کمال انسانی
کے حاصل کرنے کا منتہا ہے،

اس مقام پر صرف لفظ امامت کو دریافت کرنا ضروری ہے اسلیئے کہ وہ غیر نبوت ہے
اسپر قرآن حمید مین ایمان لانا کہان مسطور ہے جو یہان ایمانیات مین مستغرق کیا جائے اسلئے
کہ نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپنے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جسکو
قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانیوالے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون
کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا، مگر اس جگہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جونہی آپکی وفات ہوتی ہے فوراً ہی اشاعت
ہوتی ہے کہ جبتک امامت پر جو غیر نبوت ہے، ایمان نہ لاؤ گے اسوقت تک باب خلد کا منہ نہ دیکھو گے
گویا عہد نبوی کے مسلمانونکا ایمان اور تھا اور بعد وفات آپکے مسلمانونکا ایمان اور ہے العجب ثم العجب
ہان یہ بات سچ ہے کہ نبیوں کی اصطلاح میں لفظ امامت سے مراد نبوت ہی ہوا کی ہے جیسا کہ پروردگار
عالم نے فرمایا ہے ووھبنا لہ اسحق ویعقوب اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا!

کہ حضرت ابراہیم کی امامت سے مراد نبوت تامہ ہی تھی لیکن موجودہ ساختہ عقیدہ کی رو سے اس امت مرحومہ اور انتخاب شدہ میں ایسے ائمہ طاہرین کا دروازہ بند ہے جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں،

(۱) یہ کہ امت محمدیہ تمام کی تمام ظالم ہوگئی ہے جس وجہ سے اول ذریت ابراہیم علیہ السلام کا سا امام آخری ذریت ابراہیم میں برپا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کا عہد ظالموں کو نہ پہونچے گا، اور ایسا فرمانا ہتک اہل بیت کی ہوگی،

(۲) یا یہ تکلف قبول فرمائیے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اس وجہ سے انکے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا تھا۔ اہل بیت علیہ السلام کیون کر نبی ہوسکتے تھے تو یہ جرأت ایک طرفہ کار ہوگی کہ بعد خاتم النبیین کے نبی اسرائیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو نبی ہوکر مبعوث ہون اور امت محمدیہ مین آکر وہ کام کریں کہ جو خاتم النبیین اور خیبر شکن جناب امیر علیہ الصلوۃ سے نہ ہوسکین روے زمین سے کفر مٹا دینا اور تمام دنیا کا ایک مذہب کردینا لیکن خاتم النبیین انکے مبعوث ہونے سے پھر بھی مانع نہیں آتا۔ مگر وائے قسمت کہ امام مہدی علیہ السلام خاتم النبیین کی رو سے نبی نہیں ہوسکتے، اور آپ خوشی سے اسکا اقبال فرمارہے ہین۔

ایسی صورت مین حضرت فرمائین کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہونگے جبکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی نبی مبعوث ہورہا ہے، ہمارے اس مطالبہ مین کسی ذی شعور کا یہ فرمانا قابل مسموع نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ پہلے نبی ہوچکے ہین اس لئے ہم انکا

مانع خاتم النبیین نہین ہوسکتا تو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کی
قید لگاکر پہلے ہی نبیون کو روکا ہے ورنہ حضرت علیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اول
وآخر نبی ہونگے اور انکی نبوت اور وحی ہمارے لئے تباع ہوگی جو مخالف نص صریح ہو
غرض یا تو آپ امامت کو مثل امامت اسحق و یعقوب تسلیم فرمائیے تب اُنکو داخل ایمانیات کیجیے
اور پھر ہم کو انکی وہ وحی الٰہی دکھلائیے جو اُن پر نازل ہوئی ہو جس مین خدائے تعالیٰ نے
انکو نبی کہکر پکارا ہوا۔ اور ائمہ علیہم السلام نے اس وحی کی اشاعت کی ہو اور لوگون کو اپنی
نبوت کی دعوت دی ہو ورنہ خالی آپکا انکو نبی یا نبیون سے افضل فرمانا مفید اذہان
عقلا کے نہ ہوگا۔

تمہ کلام یہ ہر کہ ابطال کے لئے صرف یہ ہی کافی ہر کہ آپنے جو کہ ایمان تراشا ہے اُسکا
وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے اور نہ آجتک کسی کتب سماویہ مین غیر نبی پر ایمان
لانا پایا جاتا ہر، فرمائیے آپنے یہ ایمان کہان سے پایا ہر جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہر اور
کہہ رہا ہر کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہونگے اور نہ صرف اعمال ہی
حبط ہونگے بلکہ ایسے لوگون کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے 'یا ایہا الذین آمنوا آمنوا
باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن
یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا'

خاکسار حسام الدین احمد احمدی اکبرآبادی ثم بشیرت گنج لکھنؤ
۱۴ر جنوری سنہ ۲۸ء

جناب مشتہر صاحب کا وہ خط جو جناب مولانا قاسم علی صاحب سابق مدیر الواعظ
مرحوم کو لکھا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو اپنے اعتراضات پر کتنا اعتماد
ہے اور وہ اونکو کس درجہ ناقابل جواب خیال کرتے ہین ۔

مکرمی اڈیٹر صاحب الواعظ دام اقبالہم

السلام علیکم۔ عید مبارک، قبلہ ماہ رجب واقعہ نگاری مین صرف ہوا ماہ صیام
اطاعت گذاری مین گذر گیا، مگر حسب وعدہ آنجناب اشتہار کا جواب آپکی طرف سے
نہ موصول ہوا۔ آج قبلہ وکعبہ مداح شاہ زمن سید سبط حسن صاحب کو بھی خط لکھ رہا ہون
متوقع ہون کہ جناب میرے جواب کی طرف التفات فرمائینگے ۔

اڈیٹر صاحب سہیل یمن کو بھی بذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے کہین وہی
جرات کر جائین مگر امید نہین انشاء اللہ کل نواب صاحب رامپور کو بھی ایک رجسٹری
بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہیں ورنہ ایک تحریک اور اخبارون کے ذریعہ
کرکے انشاء اللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا آپکی طرف سے امید ہے کہ جواب
شایع وذایع ہو جائے زیادہ والسلام خیر ختام مرزا احسام

۲ر اپریل ۱۹۲۸ء

اصولِ دین اور قرآن (۱)

نمبر ۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین

تحقیق مذہب اچھی چیز ہے اگر انصاف کے ساتھ ہو، ہمارے سامنے مذہب شیعہ کے اصول پر معترضانہ سوال پیش کیا جا رہا ہے کہ "قرآن کریم صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اُس پر ایمان لانیکی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، پھر مذہب شیعہ کی اصول دین یہ پانچ چیزیں کیونکر قرار دی گئی ہیں کہ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت یہ تعلیم اُس ایمان کے خلاف ہو جسکی قرآن نے تعلیم دی ہے۔"

ہم اس اعتراض کے بنیادی مطالب پر ایک تحقیقی نظر ڈالنا چاہتے ہیں، خدا کرے کہ اصل اعتراض خوش نیتی اور انصاف پر مبنی ہو ورنہ عالم کی دلیلیں اور دنیا کے حجج دبراہین بیکار ہیں،

قرآن میں اصول دین کی تصریح

توحید و نبوت و معاد باجماع امت اصول دین میں داخل ہیں اور کوئی مسلمان اس سے

(۱) الواعظ لکھنؤ جولائی ۳۶ء ج، نمبر۷

انکار نہین کر سکتا مگر کیا قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش کیجا سکتی ہے جو صاف صاف ان چیزون کو اصول دین مین داخل کرتی ہو؟ یقیناً اگر تمام قرآن کی صفحہ گردانی کیجائے اور حفاظ قرآن کی جماعت بیٹھکر ایک ایک آیت کا ورد کرے تب بھی کوئی آیت ایسی پیش نہین کی جا سکتی جس مین بتایا گیا ہو کہ توحید نبوت معاد اصول دین مین داخل ہین اگر کوئی آیت قرآن مین موجود ہو تو پیش کی جائے، ہم بہت اشتیاق سے منتظر ہین۔

معترض کی پیش کردہ آیت پر ایک نظر

سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مین پانچ چیزون پر ایمان کو خصوصیت سے بتایا گیا ہے وہ آیت یہ ہے یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعیداً (سورۂ نساء) اس آیت مین پانچ چیزون کو اصول دین بتلایا گیا ہے لہذا جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا عقیدہ رکھے وہ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے۔

اس بات کو جانے دو کہ ومن یکفر بالایمان کے معنی یہ ہین "جو شخص ان چیزونکا انکار کرتا ہے اُس کا عمل حبط ہوگا" نہ یہ کہ جو ان چیزون کے اعتقاد کے ساتھ کسی اور چیز کا اعتقاد بھی رکھے اسکا عمل رائیگان کر دیا جائیگا۔ لیکن معترض سے یہ سوال ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو

وہ اصول دین میں داخل ہے؟ اگر یہ معیار تسلیم کر لیا جائے تو ہم اصول دین آپکو گنوائے دیتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپکے مذکورہ اصول کے علاوہ کتنی چیزیں قرآن سے ثابت ہوجاتی ہیں:

پہلی آیت - صفحہ اُلٹنے کی ضرورت نہیں سورۂ بقر کی دوسری آیت ملاحظہ ہو:

الٓمّٓ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ٥

اس کتاب (قرآن) میں کسی شک کی گنجائش نہیں، یہ ہدایت کا ذریعہ ہے اُن باتقوی لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہمنے اُنکو دیا ہے اُسمیں سے انفاق کرتے ہیں اور وہ کہ جو ایمان لائے ہیں اُس کتاب کے ساتھ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور تمہارے سے قبل اُتری تھی اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں معترض کے متذکرۂ بالا پانچ اصول کے علاوہ غیب پر ایمان کا بھی تذکرہ ہے، اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت میں غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے جائیں تو پھر فیصلہ ہے۔ معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین میں ثابت ہوجائے گی لیکن اگر اس سے قطع نظر کیا جائے تب بھی اصول خمسہ کے علاوہ ایک چھٹی چیز (غیب) ثابت ہوگئی اور لطف یہ ہے کہ اسی کے بعد صاف اعلان کیا گیا ہے کہ

اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ٥

(یعنی) یہ لوگ جو مذکورۂ بالا چیزوں پر ایمان لاتے ہیں یہی اپنے پروردگار کیطرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا معیار یہی چیزیں ہیں۔

دوسری آیت ان الذین لا یؤمنون بآیات اللہ لا یھدیھم اللہ ولھم عذاب الیم (سورۂ نحل)

جو لوگ خدا کے آیات پر ایمان نہیں لاتے انکو خدا ہدایت نہیں کرتا اور انکے لئے عذاب دردناک مقرر ہے۔

اس مضمون کے آیات بہت ہیں جن میں آیات قرآن پر ایمان کی دعوت دی گئی یا اسکے کفر پر تہدید کی گئی ہے قل یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ (سورۂ آل عمران) ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا (سورۂ نساء) باء وا بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیات اللہ (سورۂ آل عمران) انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ (سورۂ نحل) یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون الذین امنوا بآیاتنا وکانوا مسلمین (سورۂ زخرف) واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (سورۂ انعام) رحمتی وسعت کل شیٔ فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوۃ والذین ھم بآیاتنا یؤمنون (سورۂ اعراف) ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بآیات ربھم یؤمنون (سورۂ مومنون) کفروا

بایات اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم (سورۂ انفال) ذالک جزاءھم بانھم کفروا بایاتنا (سورۂ اسریٰ) اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم (سورۂ کہف) وکذلک تجزی من اسرف ولم یومن بآیات ربہ ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ (سورۂ طٰہٰ) ۔

یہ توہم کیا جاسکتا ہو کہ خدا کی آیات پر ایمان کتب پر ایمان کا مرادف ہے نئی چیز نہین لیکن یہ توہم درست نہین ہے کیونکہ اول تو آیات الٰہیہ کے معنی ہین خدا کی نشانیان جس سے مراد معجزات وعجائب قدرت ہین۔ لھذا ایمان بالکتب سے کوئی ربط نہین ہے، دوسرے اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اس سے مراد آیات لفظیہ ہین تب بھی ایمان بالکتب سے مراد یہ ہے کہ اجمالی طور سے اعتقاد رکھے کہ مثلاً توریت وانجیل وزبور خدا کی طرف سے نازل ہوئی کتابین ہین لیکن ایمان بالآیات سے مضامین آیات الٰہیہ اور اُنکے مطالب کا اعتقاد مراد ہے۔ ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے، دیکھو یہ ساتوین اصل ہے جس کو قرآن بتلا رہا ہے۔

تیسری آیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ (سورۂ اعراف)

ایمان لاؤ خدا کے ساتھ اور اُسکے اُس نبی اُمّی رسول کے ساتھ جو خدا پر اور اُسکے کلمات پر ایمان لائے ہوئے ہے

اس آیت مین اُن پانچ چیزون کے علاوہ کلمات خدا پر ایمان لانیکا ذکر ہے

چوتھی آیت قل ارایتم ان اتکم عذابہ بیاتا او نھارا ماذا یستعجل منہ المجرمون اثم اذا ما وقع امنتم بہ الان وقد کنتم بہ تستعجلون (سورۂ یونس)

کہو کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر عذاب خدا شب یا روز مین کسی وقت تم پر آجائے تو کونسی چیز وہ تھی جس کے لئے گناہ گار جلدی کرتے تھے؟ کیا بعد اسکے کہ عذاب آگیا اُسکے ساتھ ایمان لاتے ہو؟ اب اُس پر ایمان لاتے ہو؟! حالانکہ اسی کے لئے تم جلدی کرتے تھے،

اس آیت مین عذاب خدا پر ایمان نہ لانیوالون کو تنبیہ کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ بعد از وقت ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہین، یہ نوین چیز ہے۔

پانچوین آیت انبالباطل یؤمنون وبنعمۃ اللہ ھم یکفرون (سورۂ نحل)

کیا یہ لکفار باطل پر تو ایمان لاتے ہین اور خدا کی نعمت کے ساتھ کفر اختیار کرتے ہین،

اس مضمون کی آیتین متعدد ہین جنمین نعمات خدا کے کفر پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون (سورۂ عنکبوت)،

ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (سورہ نحل)،

یہان خدا کی نعمت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے کیا یہ اُن پانچ چیزون

کے علاوہ نہین ہے ؛

آیات مذکورہ سے معترض کے بیان کئے ہوئے اصول خمسہ "توحید، رسالت
کتب، ملائکہ، معاد، کے علاوہ پانچ چیزین اور ثابت ہوئین (۱) غیب (۲)
آیات آلہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (اس کی تفسیر عموماً
مخلوقات آلہیہ سے ہوئی ہے اور ایک تفسیر کی بنا پر مخصوص مقرب بندے
خدا کے مراد ہین انبیا ورسل کی قید نہین تاکہ کہا جائے یہ رسالت کی طرف
راجع ہے) (۴) عذاب خدا۔ (۵) نعمات آلہیہ،

اگر معرفت رکھتے ہو تو امام کو سب سے بڑی نعمت خدا کی سمجھو اسلئے کہ دنیا وی
نظام زندگانی کے علاوہ حیات ابدی اُسکے وجود پر موقوف ہے اور اتممت
علیکم نعمتی کہکر خدا نے بھی اُس پر نعمت کا اطلاق کیا ہے پھر تو نعمات آلہیہ
کے ذیل مین مذکورۂ بالا آیات مبارکہ صاف صاف امام پر ایمان لانے کی دعوت
دینگے اور اپنا مذکورۂ بالا اصول کہ جس پر ایمان کو خدا نے بتلایا وہ اصول مین
داخل ہے جاری کرو تو امامت کا اعتقاد تم کو اصول دین مین دکھلائی دیگا،

ایک مذکورہ کا نتیجہ اِن مسلسل آیات کے نقل کرنے سے ہماری غرض دو باتون
کا ثابت کرنا تھا جو ہر با بصیرت پر واضح ہین۔

(۱) معترض کا خیال کہ سوائے توحید و رسالت و کتب و ملائکہ و معاد کے کسی
چیز پر ایمان رکھنا جائز نہین ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا اعتقاد رکھے

وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے" خود قرآن مجید کی رد سے باطل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ خود کلام الٰہی نے علاوہ ان پانچ چیزوں کے بعض اشیاء پر ایمان کی ہدایت کی ہے، لہذا یہ کلیہ درست نہیں ہے،

(۲) معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہ نہیں ہے کہ جس چیز پر ایمان کا خدا نے حکم دیا جس کے انکار پر تہدید کی ہو وہ اصول دین میں داخل ہو ورنہ پانچ اصول دین کے بجائے دس اصول دین کا اقرار کرنا پڑیگا جو تمام عالم اسلامی کے مسلمہ کے خلاف ہے۔

احادیث رسول سے ہمارے مدعا کی تائید

معترض کا خیال ہے کہ گذشتہ پانچ اصول کے علاوہ کسی چیز کو ایمان میں دخل نہیں ہو سکتا، اگرچہ محبت اہلبیت یا کوئی اور عمل فریضہ کیوں نہ ہو لیکن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث ہم کو معترض کے ساتھ ہم آواز نہیں ہونے دیسکتے لطف یہ ہے کہ معترض صاحب نے بہت سادگی کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ " آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اُس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا"

اگر مذکورۂ بالا عبارت معترض کی نہ ہوتی تو ہم کو کبھی احادیث رسول کے پیش کرنے

کی جرأت نہوتی کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ وہ حسبنا کتاب اللہ کی روسے سوائے قرآن کے کسی چیز کو سننا پسند نہ کرینگے لیکن اس عبارت نے ہم کو جرأت دلائی کہ ہم کتب حدیث واخبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈالین۔

اب ذیل کے احادیث پر مسلسل نظر ڈالو اور دیکھو کہ رسولؐ نے علاوہ گذشتہ پانچ باتون کے کسی شئے کو ایمان مین دخیل بتایا ہے؟

پہلی حدیث عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین ؕ

انس سے روایت ہو کہ رسالتمابؐ نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص مومن نہین ہوسکتا تا وقتیکہ میری محبت اُسکو باپ اور اولاد اور تمام خلق سے زیادہ نہو۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونون نے صحیحین مین وارد کیا ہے؛

دوسری حدیث۔ حافظ بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا:

لایؤمن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ

کوئی بندۂ خدا مومن نہین ہوسکتا تا وقتیکہ مین اُسکو اُسکے نفس سے زیادہ اور میری اولاد اُسکی اولاد سے زیادہ اور میرے اہلبیت اسکے اہلبیت سے زیادہ اور میری ذات اُسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو،

تیسری حدیث ۔ حضرت رسولؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

لا یدخل قلب رجل الایمان حتیٰ یحبکم للہ ولرسولہ — کسی شخص کے دل مین ایمان نہسین داخل ہوسکتا تاوقتیکہ تم لوگون کی محبت خدا اور اُسکے رسول کی خاطر نہ رکھتا ہو اس روایت کو حافظ سخاوی نے روایت کیا ہے

چوتھی حدیث ما بال اقوام یتحدثون فاذا رأوا الرجل من اھلبیتی قطعوا حدیثھم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتیٰ یحبھم للہ ولقرابتھم منی، — کیا حال ہو اُن لوگون کا جو باتین کرتے کرتے اور ہر میرے اہلبیت مین سے کسی کو دیکھ لیتے ہین باتین موقوف کردیتے ہین خدا کی قسم کسی شخص کے دل مین ایمان نہین پہونچ سکتا تاوقتیکہ خدا کی خاطر اور میری قرابتداری کے پاس سے ان لوگون کی محبت نہ رکھتا ہو،

علامۂ سیوطی نے خصائص کبریٰ مین اس روایت کو نقل کیا ہے،

پانچوین حدیث والذی نفسی بیدہٖ لا یدخلون الجنۃ حتیٰ یؤمنوا ولا یؤمنون حتیٰ یحبوکم للہ ولرسولہ — خدا کی قسم یہ لوگ جنت مین نہین پہنچیںگے تاوقتیکہ ایمان نہ لائین اور ایمان حاصل نہین ہوسکتا تاوقتیکہ خدا اور رسول کی خاطر سے تمھاری محبت نہ رکھین،

چھٹی حدیث والذی نفسی بیدہ — خدا کی قسم کوئی شخص ایمان نہین لاسکتا تاوقتیکہ

لا یومن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوتی۔

مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہین رکھ سکتا مگر یہ کہ میرے والون کو (اہلبیت کو) دوست رکھے۔

ان تمام روایات کو علامۂ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین بھی نقل کیا ہے یہ احادیث کہ جنکو حفاظ و محدثین نے اپنے صحاح و مسانید مین درج کیا ہے اور جنمین سے بعض صحیحین مین بھی مذکور ہین صاف بتلاتے ہین کہ محبت رسولؐ و اہلبیت ارکان ایمان مین داخل ہے اسکے بعد معترض کا یہ کہنا کہ رسولؐ نے ایمان کی تلقین مین کبھی کسی چیز کا علاوہ پانچ چیزون کے ذکر نہین فرمایا کہانتک وقعت رکھ سکتا ہے۔

رہ گیا یہ خیال کہ رسولؐ جب کسی کو مسلمان بناتے تھے تو سوائے ان پانچ چیزون کے کسی بات کا تذکرہ نہ کرتے اس بنا پر قابل وقعت نہین کہ رسالتمآبؐ کا طریقہ تبلیغ یہ تھا کہ ارکان ایمان تدریجی طور پر بتلایا کرتے تھے ورنہ وہ جاہل عرب جو ابھی کل کی بات ہے بتون کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے چلا آرہا ہو اور اپنے عیش و عشرت مین مذہب کے قیود سے آزاد تھا اگر ایکا ایکی بہت سی پابندیاں عائد ہو جائیں تو یقیناً وہ اس بار کو قبول نہین کر سکتا رسول کے اوائل زمان بعثت پر نظر کرو تاریخ و حدیث بتلائیگی کہ رسول کا تبلیغی اعلان فقط اتنا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا بس خدا کو ایک مان لو نجات پاؤگے۔۔ تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایمان صرف توحید کا نام ہے اسکے بعد بھی جب حضرت نے تبلیغ فرمائی تو یہی تدریجی اصول جاری رہا معترض صاحب پانچ چیزون کو اصول دین تسلیم کرتے ہین لیکن ہم مشتاق ہین کہ وہ کوئی واقعہ ایسا

پیش کرسکین جہان حضرت رسولؐ نے کسی نومسلم کو ان پانچ چیزون کی تعلیم دی ہو جتنک واقعات بتلاتے ہین حضرت ان نومسلمین کو صرف توحید و نبوت کے اعتقاد کو بتلاکر کچھ عملی عبادات صلوٰاۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی ہدایت کردیا کرتے تھے بس، دیکھو صحیح بخاری حضرت نے فرمایا من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلّی صلوتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم (۲) صحیح بخاری مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسالتمآب نے وفد عبدالقیس کو ایمان باللہ وحدہ کا حکم دیا پھر فرمایا اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ الخ (۳) نیز امام بخاری نے صحیح مین ابن عباس سے روایت کی ہو کہ رسالتمآب نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا انک ستاتی قوماً اھل کتاب فاذا جئتھم فادعھم الی ان یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فان اطاعوا لک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوات (۴) صحیح مسلم مین جنگ خیبر کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے امیرالمومنین علی ابن ابیطالب سے فرمایا قاتلھم حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دماء ھم معلوم ہوا کہ رسالتمآبؐ کے طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اصول دین اسی تعداد مین منحصر ہین بہت بڑی غلطی ہے گذشتہ احادیث سے ثابت ہوگیا کہ علاوہ اُن پانچ چیزون کے جنکو معترض نے ذکر کیا ہے محبت اہلبیت بھی

ایمان کا ایک رکن اعظم ہے،

مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات سے معترض کی زباں بندی

اعتراض چونکہ اس فرقہ کی طرف سے ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حلقہ بگوش ہے لہذا اس موقع پر موضوع کلام کے متعلق مرزا صاحب کے کچھ بیانات کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا معترض صاحب کا بیان ہے کہ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، ان پانچ چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا ایمان جائز نہیں ہے جس کو ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل کر چکے لیکن اب دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ان پانچ چیزوں کے علاوہ کبھی کسی اور چیز کا ایمان خود رکھا یا اپنے متبعین کو ہدایت فرمائی یا نہیں، ہم کو انکے تصریحات سے ان اصول خمسہ کے علاوہ کچھ امور ملتے ہیں جن پر ایمان کا انکو اعتراف تھا اور اپنے اتباعون کو بھی تعلیم دی۔

حمامۃ البشریٰ ایک کتاب ہے جو ممدوح نے عربی زبان میں اہل مکہ کی ہدایت کیلئے ۱۳۱۱ھ میں تصنیف فرمائی ہے اور وہ پنجاب میں شائع ہوئی ہے اور اس میں ممدوح نے تفصیل سے اپنے عقائد اور تبلیغی تعلیمات تحریر کئے ہیں اُس کا صفحہ ۸ ملاحظہ ہو۔

ان ھولاء قد افتروا علی وقالوا ان	یہ لوگ (علمائے اسلام) مجھ پر افترا باندھتے
ھذا الرجل یدعی انہ نبی ویقول فی	ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص دعوئی نبوت
شان عیسی بن مریم کلمات الاستخفاف	کرتا ہے اور عیسی بن مریم کی شان میں

ويقول انه توفي ودفن في ارض
الشام ولا يؤمن بمعجزاته ولا
يؤمن بانه خالق الطيور ومحيي الاموات
وعالم الغيب وحي قائم الى الان في
السماء ولا يؤمن بان الله قد خصه
وامه بالمعصومية التامة من
مس الشيطان ومن كل ما هو من
لوازم المس ولا يقر بانهما مخصوصان
متفردان في العصمة المذكورة
لا شريك لهما فيها احد من الرسل
والنبيين ويقولون ان هذا محال
لا يؤمن بالملائكة ونزولهم وصعودهم
ويحسب الشمس والقمر والنجوم
اجسام الملائكة ولا يعتقد بان
محمدا خاتم الانبياء ومنتهى المرسلين
لا نبي بعده وهو خاتم النبيين
فهذا كلها مفتريات وتحريفات

اہانت آمیز کلمے کہتا ہے اور کہتا
ہے کہ وہ مر گئے ہین اور زمین شام
مین دفن ہوئے ہین اور انکی معجزات
پر ایمان نہین لاتا اور اس بات پر
ایمان نہین لاتا کہ وہ طیور کے خالق
تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے
اور غیب کی باتون کو جانتے تھے،
اور زندہ اسوقت تک آسمان پر موجود
ہین اور ایمان نہین لاتا اس بات پر
کہ خدا نے اونکو اور اونکی ماں کو عصمت
کاملہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اقرار نہین
کرتا کہ وہ تمام انبیاء و رسل کو باہین اس صفت کے
ساتھ مخصوص ہین اور کہتے ہین کہ شخص ملائکہ
اور انکے آسمان سے اترنے چڑہنے پر ایمان نہین لاتا
اور آفتاب و ماہتاب و ستارون کو اجسام ملائکہ
خیال کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفی کو خاتم الانبیاء
اور آخری رسول کہ جسکے بعد نبی نہین ہو سکتا۔
نہین مانتا یہ سب باتین میری اوپر افترا ہین

سبحان ربی ما تکلمت مثل ھذا ان	سبحان اللہ مین نے کبھی ایسی باتین نہین
ھو الا کذب واللہ یعلم انھم من	کہین اور خدا شاہد ہے کہ یہ لوگ
الدجالین ہ	دجال ہین۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہو کہ علمائے اہل اسلام کا یہ کہنا کہ یہ شخص معجزات عیسیٰ اور اُنکے خلق طیور وغیرہ پر ایمان نہین رکھتا بہتان، افترا، جھوٹ، ہے اور وہ لوگ اسکی وجہ سے دجال سمجھے جانے کے قابل ہین حقیقۃً وہ لوگ سچ کہتے ہین یا جھوٹ اور واقعاً ان عقائد کی نسبت مرزا صاحب کی طرف درست ہی یا نہین؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ تمام باتین مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت ہین اور اُنکے اقوال علمائے اسلام کے مذکورہ بیانات کی دلیل ہین پھر نہ معلوم اُن بیچارون نے کیسا قصور کیا کہ وہ کاذب مفتری، دجال بنادیئے گئے لیکن اس سے ہم کو یہان کام نہین، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مذکورۂ ذیل چیزون پر ایمان تھا (۱) حضرت عیسیٰ کے معجزات (۲) اُنکا خالق طیور ہونا (۳) اُن کا مردون کو زندہ کرنا (۴) اُنکا غیب کی باتون سے خبر دینا (۵) خدا کا اون کو مس شیطان سے معصوم بنانا۔ (۶) حضرت رسولؐ کا خاتم النبیین ہونا اور یہ کہ اُنکے بعد کوئی نبی آنے والا نہین اب معترض صاحب سے پوچھو کہ یہ باتین اُن اصول خمسہ کے علاوہ ہین یا نہین اور جبکہ مرزا صاحب کا ایمان ان باتون پر خود اُنکے اقرار سے ثابت ہے تو وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کے مصداق ہوئے یا نہین؟

مرزا صاحب کی صریح ترین عبارت۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو،

واذا قیل لھم امنوا بما صرح اللہ	جب ان لوگون سے کہا جاتا ہے کہ ایمان
فی کتابہ من وفاۃ المسیح وضلالۃ	لاؤ اُس شئے کے ساتھ جس کی خدا نے
النصاریٰ بعد وفاتہ لا فی زمن حیاتہ	اپنی کتاب مین تصریح کی ہے یعنی مسیح کی
قالوا انؤمن بمعانی تخالف الاحادیث	وفات اور نصاریٰ کا اُنکی وفات کے بعد
وقد کانوا یعلمون الناس ان الخبر	گمراہ ہوجانا نہ اُنکی زمان حیات مین تو
الواحد یرد بمعارضۃ کتاب اللہ فنسوا	وہ لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم ایمان لائین ایسے
ماذکروا الناس وانقلبوا الی الجھل	مطالب پر جو احادیث کے خلاف ہین۔
بعد ما کانوا عالمین۔	حالانکہ تمام لوگ جانتے ہین کہ خبر واحد

کتاب خدا کے مقابلہ مین رد کردی جاتی ہے، یہ لوگ بھول گئے اُس چیز کو جو لوگون کو یاد دلائی گئی تھی اور جہالت کی طرف پلٹ گئے بعد اسکے کہ عالم تھے،

اس عبارت مین صاف صاف مرزا صاحب نے دو باتون پر ایمان کی دعوت دی ہے ایک یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ہوگئی ہے دوسرے یہ کہ تمام نصاریٰ عیسیٰ کی وفات کے بعد گمراہ ہوگئے اب معترض صاحب ہمین تبلائین کہ وفات مسیح اور نصاریٰ کا گمراہ ہونا اُنکے تبلائے ہوئے اصول خمسہ مین سے کس اصل مین داخل ہے؟

اب کیا ہمین معترض کو اُنہی کی صدائے بازگشت سنانے کا حق نہین ہے کہ "مرزا صاحب نے جو ایمان تراشا ہو اسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے۔ اب فرمایئے۔

یہ ایمان آپ نے کہان سے پایا ہے جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہون گے الخ

غیر نبی پر ایمان۔ معترض صاحب نے بہت زور وشور سے اس بات کا دعوے کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مسلمان بنایا تو سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا "یہ سخت ہدایت کس کتاب صحیح یا مسند یا تاریخ وسیرت مین مذکور ہے؟ اسکا پتہ نہین، پھر تحریر فرماتے ہین کہ "آجتک کسی کتب ساویہ مین کسی غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا" لیکن جب انکے مجدد دین ومقتدائے ملت مرزا صاحب کے اقوال پر نظر کی جاتی ہے تو انکی تعلیم اس کے خلاف نظر آتی ہے، اگر کسی غیر نبی پر ایمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے اور کسی کتاب ساوی مین غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا تو مرزا صاحب اپنے اوپر ایمان کی کس بناء پر دعوت دیتے تھے اور کس لئے ان بیچارے علماء اسلام کو جو آپ کی مجددیت کے مقر نہ تھے آپ نے یہود ونصاریٰ اور دجال کا لقب دیا ہے، حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸ مین آپ نے اپنا الہام نقل فرمایا ہے لن ترضی عنک الیھود ولا النصاری ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (یعنی) تم سے یہود اور نصاریٰ کبھی راضی نہ ہونگے وہ تمھارے ساتھ فریب کاری کرتے ہین اور خدا انکے ساتھ اور خدا سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے" آپ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہین۔

فادخل الله سبحانه فی لفظ الیهود
معشر علماء الاسلام الذین تشابه
الامر علیهم کالیهود وتشابهت القلوب
والعادات والجذبات والکلمات من
نوع المکائد والبهتانات والافتراءات

خدا نے یہودیون کی لفظ کے اندر اُن
علمائے اسلام کو داخل کیا ہے جن پر
امرحق (مرزا صاحب کی مجددیت) مخفی
یہودیون کے مشتبہ ہو گیا ہے اور ان
لوگون کے دل اور عادتین اور جذبات

اور کلمات اور طرح طرح کے کرو فریب اور بہتان و افترا یہودیون سے مشابہ ہین،
اب بتاؤ جبکہ غیر نبی پر ایمان کی ممانعت ہو چکی ہے اور کسی کتاب ساوی
مین وارد نہین تو اُن غریب علمائے اسلام نے کیا قصور کیا کہ مرزا صاحب پر ایمان
نہ لائے،

غیر نبی پر ایمان کا ایک اور ثبوت صفحہ ۸ حمامۃ البشریٰ ملاحظہ ہو۔

واما السلف الصالح فما تکلموا فی هذه
المسئلة تفصیلا بل آمنوا مجملا بان
المسیح عیسی بن مریم قد توفی کما
ورد فی القرآن وآمنوا بمجدد یاتی
من هذه الامة فی آخر الزمان عند
غلبة النصاری علی وجه الارض اسمه
عیسی بن مریم له

رہ گئے سلف صالحین اونھون نے اس
مسئلہ (نزول عیسی) مین تفصیل سے
کلام نہین کیا بلکہ مجملا ایمان رکھتے تھے کہ
مسیح عیسی بن مریم وفات پا گئے ہین جیسا کہ
قرآن مین موجود ہے اور وہ ایمان رکھتے
تھے ایک مجدد پر جو اس امت مین سے
روے زمین پر نصاریٰ کے غلبہ کے وقت

آنیوالا تھا کہ اُسکا نام عیسیٰ بن مریم ہے،

اب بتاؤ کہ غیر نبی پر ایمان تو شریعت کے منافی اور کتب سماویہ کے خلاف ہے پھر یہ ارباب سلف جنکو مرزا صاحب بھی سلف صالحین کا خطاب دیتے ہین کیونکر مجدد آخر الزمان پر ایمان رکھتے تھے؛

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالح غیر نبی پر ایمان لانا جائز سمجھتے تھے اور مرزا صاحب نے بھی اُسکا امضا کیا ہے بلکہ اُس پر دعوت دی ہے،

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب خود اپنے تیئن نبی سمجھتے تھے اور یہ مجدد جس پر سلف صالح کا ایمان تھا نبی ہونے والا تھا لہذا اُس پر ایمان کی دعوت دینا غیر نبی پر ایمان نہین کہا جاسکتا" تو یہ جواب بالکل یاور ہوا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس مجدد کی جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور جسکو مرزا صاحب خود اپنی ذات سمجھتے تھے نبوت سے انکار کیا ہے دیکھو حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰

کیف یجیئ نبی بعد رسولنا فقد انقطع	ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیونکر
الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین ؐ	آسکتا ہے حالانکہ اُنکی وفات کے بعد وحی

منقطع ہو گئی اور خدا نے اُنپر انبیاء کو ختم کردیا،

اصول دین کا حقیقی معیار

جبکہ معترض صاحب کا بیان کیا ہوا معیار قرآن وحدیث کے قطعی ادلہ سے

باطل ہو گیا تو اب غور کرنے کی ضرورت ہے کہ واقعاً اصول دین کا معیار کیا ہے؟
کسی چیز کا حقیقی معیار سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے معنی سمجھ لئے جائین ،
اصول دین کی لفظ ایک مرکب اضافی جملہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کے معنی
مفردات کی تحقیق پر موقوف ہین (دین) کے معنی مایتعبد بہ اللہ عز وجل
وہ شئ جسکے ذریعہ سے خدا کی عبودیت کا اظہار ہو (قاموس طبع طہران صفحہ ۵۹۱) اور
قرآن نے ان الدین عند اللہ الاسلام کہکر دین کے معنی کی تشریح کردی کہ
اس سے مراد صرف اسلام ہے اصول کی لفظ اصل کی جمع ہے اور اسکے معنی ہین
ما یبتنی علیہ الشئ یعنی جس کے اوپر کسی شئے کی بنا قائم ہو اسی وجہ سے درخت
کا وہ پائینی حصہ جسکے ریشہ دور تک زمین مین پھیلے ہوئے ہوتے ہین اُسکو اصل
کہا جاتا ہے اسکے مقابل فروع دین ہین اور فروع سے مراد درخت کی وہ شاخین ہوتی
ہین جو جڑ کے اوپر سے روئیدہ ہو کر بلند ہوتی ہین ، اصل اور فرع کے خصوصیات
ہر شخص جانتا ہی جب تک جڑ قائم ہو اُسوقت تک شاخین ہو سکتی ہین لیکن اگر جڑ
فنا ہو جائے تو پورا درخت زمین پر آرہیگا اسی طرح پہلے جڑ مضبوط ہو اُسکے بعد شاخین
روئیدہ ہو سکتی ہین لیکن اگر جڑ موجود نہ ہو تو محال ہے شاخین موجود ہو سکین فروع
دین کی اصطلاح سمجھنے پر اصول دین کے معنی خود بخود واضح ہو جائینگے کیونکہ اصول
اُنہی بنیادونکا نام ہے جن پر وہ شاخین قائم ہین ، فروع دین سے مراد وہ عبادات و
طاعات عملیہ ہین جو خدا کی طرف سے بندون پر واجب ہین نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ،

جہاد وغیرہ ان احکام شرعیہ کو فروع دین کہتے ہیں، اب اصول دین سے مراد وہ عقائد سمجھو کہ جن پر ان چیزوں کی بنا ہے کہ اگر وہ مضبوط نہوں تو شرعی احکام اور اسلامی عبادات اپنی اصلی شکل اصلی صورت پر موجود نہیں ہو سکتے، اب اصول دین کا تنیا معلوم ہو گیا قرآن وحدیث سے جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہو انپر ایک نظر ڈالو جن چیزوں پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے انپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہیں اور بقیہ اصول دین سے خارج ہوں گے اسکے لئے صرف اصل عقیدہ کا قرآن وحدیث وغیرہ سے ثابت ہونا ضروری ہے لیکن اصول دین دین سے ہونا اسکا کسی تصریح کا محتاج نہیں، خود اس معیار پر جانچ لو،

مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

جب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا تو اب دیکھو کہ اس کے تحت میں کون کون سے عقائد مندرج ہو سکتے ہیں؟ توحید و نبوت اور معاد پر اجماع مسلمین ہے اور سب اسکے قائل ہیں، کیوں؟ اسلئے کہ فروع دین اُن احکام کا نام ہے جو شارع مقدس کی طرف سے اسکے بندوں پر واجب ہیں اگر اصل شارع حقیقی خداوند عالم کا وجود اور مبلغ شریعت کی نبوت ہی نہ ثابت ہو تو احکام شرعیہ کیسے؟ اسی طرح اگر حشر ونشر اور اطاعت پر ثواب اور مخالفت پر عقاب کا کوئی دن تسلیم نہ کیا جائے تو وجوب حرمت سب اثر اور احکام شرعیہ الفاظ بے معنی کا مجموعہ ہو نگے لہذا احکام شرعیہ مترتب ہیں

توحید، نبوت، معاد، پر اور یہی منشاء ہے کہ انکو مسلمہ طور پر اصول دین مانا جاتا ہے لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جنکے اصول دین کے اندر مندرج ہونے میں برادران اسلامی نے اختلاف کیا ہے اور وہ عدل و امامت ہے لہذا ہم کو ضرورت ہے کہ اسی معیار پر جس کی بناء پر توحید و عدل و نبوت کو اصول دین میں مانا جاتا ہے ان دو عقیدوں کو بھی جانچ لیں، لیکن معترض صاحب نے چونکہ خصوصیت سے امامت کے مسئلہ کو محل بحث قرار دیا ہے۔ لہذا ہمارا یہی نصب العین فعلاً وہی ہے عدل کے مسئلہ کے متعلق صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت لکھنا ضروری سمجھتے ہیں جس سے اسکی اہمیت پر کافی روشنی پڑے گی:۔

مرزا صاحب کی عبارت سے عدل کا ثبوت۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸

ملاحظہ ہو،

لایصح علیہ سبحانہ الکذب فانہ	خدا پر جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے کیونکہ
رجس و من النقائص والنقائص	وہ رجس ہے اور نقائص میں سے ہے
کلہا تستحیل علیہ تعالیٰ ذاتاً و عقلاً	اور نقائص سب کے سب اپر ذاتاً عقل و عرف
و عرفاً و قد اتفق العلماء علی ان اللہ	کی رو سے محال ہیں اور علماء نے اتفاق
تعالیٰ لا یکذب ولا یخلف المیعاد و	کیا ہے کہ خدا جھوٹ نہیں بولتا اور وعدہ خلافی
الکذب علیہ محال لما فیہ من امارۃ	نہیں کر سکتا اور کذب اُسپر محال ہو سکتے کہ اسمیں
العجز او الجہل او العبث و لما فیہ	عاجزی یا جہالت یا بیہودگی کی علامت ہے

من زیادة نقص وتعالیٰ اللہ من	اور چونکہ یہ نقص ہے اور خدا تمام
النقائص کلھا وکل انواعھا وجواز	نقائص سے بری ہے لہذا کذب اگر
الکذب فی اخبارہ تعالیٰ ووحیہ و	خدا کے اخبار و وحی و الہام مین جائز
الھامہ یفضی الی مفاسد لا تحصی	ہو تو بڑے بڑے مفسدہ لازم آئین گے
قال فی شرح المواقف ویمتنع علیہ	شارح مواقف نے کہا ہے کہ کذب خدا پر
الکذب اتفاقاً ولو کان اللہ کاذبا	باتفاق محال ہے اور اگر خدا جھوٹا ہو تو
لکان کذبہ قدیما اذ لا یقوم الحادث	اس مین جھوٹ کی صفت قدیم ہوگی
بذاتہ تعالیٰ فکیف یکون الکذب	اس لئے کہ حادث ذات قدیم مین قائم
من صفاتہ القدیمة وھو اصدق	نہین ہو سکتا پھر کذب کیونکر اس کے
الصادقین،	صفات قدیمہ مین ہے ہو سکتا ہے حالانکہ

وہ سب سے زیادہ سچا ہے،

اب پوچھ لو کہ ظلم رجس اور نقائص مین سے ہے یا نہین اور جب نقائص کا صدور خدا سے عقلاً بالذات محال ہے تو ظلم کو کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے اور اگر ظلم کا صادر ہونا اس سے جائز ہے تو اُسکو صفت قدیمہ ہونا چاہیئے کیونکہ حادث ذاتِ قدیم سے قائم نہین ہوتا تو خدا کو ہمیشہ سے ظالم ماننا پڑے گا! ایسا کہنے کی صورت مین اپنے ایمان باللہ کی تم خود خبر لیلو،

مرزا صاحب کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پر ظلم عقلاً اور عادةً بالذات

محال ہے اور اُسکا اتصاف نہین ہو سکتا، رہا اسکا اصول دین سے ہونا تو ظاہر ہے کہ معاد کا ثبوت اسی لئے ہے کہ عدالت کا مقتضا ہے عاصی کو اُسکے کردار کی سزا اور مطیع کو اُسکے افعال کی جزا دی جائے اور جب عدالت ہی کو خدا کے لئے لازم خیال نہ کیا تو معاد کا عقیدہ رکھنا بالکل بے دلیل ہے اور پھر جتنے احکام شرعیہ معاد پر مترتب ہین وہ بھی اصل کے باطل ہونے سے برباد ہو جائینگے سچ بتاؤ عدالت کا اصول دین مین سے ہونا ثابت ہوا یا نہین؛

امامت کے اصول دین مین سے ہونیکا قطعی ثبوت رہ گیا امامت کا مسئلہ تو اُسکے جو کچھ براہین و ادلہ ہین وہ تو مفصل کتابون مین مرقوم ہین اور اب موقع نہین ہے کہ ہم اُنپر روشنی ڈال سکین مختصر یہ ہے کہ جس طرح نبی مبلغ شریعت ہے اور احکام کی تبلیغ کرتا ہے اُسی طرح امام حافظ شرع اور تغیر و تبدل و تحریف سے اُسکا بچانے والا ہے اور اُس سے انحراف کرنے کی صورت مین احکام اپنی اصلی صورت پر باقی نہین رہ سکتے، خدا کی حجت جو بندون پر تمام ہے کہ جسکی وجہ سے اُن کو ثواب و عقاب کا استحقاق ہوتا ہے وہ امام کے وجود سے اور اگر کسی زمانہ مین وہ موجود نہو تو لوگون پر خدا کی حجت تمام نہین حقیقی احکام شرعیہ پر جو تغیر و تبدل کی وجہ سے مخفی ہو گئے ہین ترتیب ثواب و عقاب کا موقع نہین اس کے علاوہ ہم قطعی ثبوت پیش کرتے ہین جس کے بعد شبہہ کی گنجائش نہین کہ امامت اصول دین مین داخل ہے

پہلی آیت یا ایہا الرسول بلغ — اے رسول تبلیغ کرو اُس چیز کی جو تمہیر

ما انزل الیک من ربک وان نازل ہوئی اور اگر ایسا نہیں کیا تو اسکی
لم تفعل فما بلغت رسالتہٗ رسالت کو بالکل پہونچایا ہی نہیں

ابن حاتم اور ابن عساکر اور ابن مردویہ اور صاحب فتح البیان و امام فخر الدین رازی و علامۂ نیشاپوری و مورخ حبیب السیر و حافظ ابو نعیم اصفہانی و علامۂ عینی شارح صحیح بخاری و امام واحدی و علامۂ سیوطی و نظام اعرج و صاحب سیرۃ حلبیہ و ابو بکر نقاش و امام ثعلبی اور دیگر مفسرین کی تصریح کے موافق یہ آیت امیرالمومنینؑ کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے اور اہل سنت میں سے ہونے کے ادعا کے ساتھ جس کے معترض صاحب معترف ہیں اور ائمہ حدیث و علمائے تفسیر کے اقوال سے سرتابی ممکن نہیں۔

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہ ہوئی تو دین بالکل بیکار ہو گویا کوئی حکم پہونچا ہی نہیں گیا۔ پھر اصول دین کے معنی یہی تو ہیں کہ ایسا عقیدہ جس کے نہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں۔ درحقیقت یہ آیت صریحی طور پر امامت کو اصول دین میں بتلا رہی ہے۔

امامت کو قرآن ما انزل الیک من ربک سے تعبیر کر رہا ہے اب اس کے اوپر منطبق کرو ایک دوسرے آیت قرآن کو الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات و اٰمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم اسکو ملاؤ تو معلوم ہوگا کہ ما نزل علی محمد کے تحت میں امامت پر ایمان ضروری ہے اور اس

معترض کے معیار پر بھی امامت اصول دین مین نظر آئیگی،

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا، آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا،

امامت علی کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب و ابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابونعیم اور ابن المغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہین، امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے۔ اگر کہو ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔

ناچیز علی نقی النقوی بقلمہ

از نجف اشرف

نمبر ۸
اصولِ دین اور قرآن
بجواب المستفسر نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

جنوری ۱۹۲۸ء میں جسکو گزرے ہوے دو سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہوا جبکہ جامعہ مبارکہ مدرسۃ الواعظین کے جلسے لکھنؤ مین ہو رہے تھے جماعت احمدیہ کے سرگرم مبلغ حسام الدین احمد صاحب احمدی اکبر آبادی کی طرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جس مین شیعی اعتقادات کے مطابق حقیقی دین اسلام کے جو اصول خمسہ ہین اُنکا انکار کرتے ہوے علمائے شیعہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید سے ان اصول کا ثبوت پیش کرین. جہان تک معلوم ہوا ہے مدرسہ کی جانب سے اس اشتہار کا جواب جلسۂ عام مین دیدیا گیا تھا لیکن مشتہر صاحب نے اُس زبانی جواب کو ناکافی سمجھتے ہوے تحریری جواب کا مطالبہ کیا اور دو تین ماہ کی تاخیر کو بہت زیادہ تصور کرتے ہوے مکرر تقاضا کی ضرورت سمجھی، اُنکا خیال تھا کہ اُنکے اشتہار کی ہر ہر لفظ کوہ گران اور سد سکندری ہے جسکے مقابل عالم شیعیت کی مجموعی طاقت ناکافی ہے، جب ہی تو وہ یون ارشاد فرماتے ہین :-

"ایڈیٹر صاحب. سہیل یمن کو بھی بذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے

کہین دبی جرأت کرجاتین مگرآپ نہین، انشاءاللہ کل نواب صاحب رامپور کو بھی ایک رجسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہین ورنہ ایک تحریک اوراخبارون کے ذریعہ کرکے انشاءاللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا. آپ کی طرف سے اُمید ہر کہ جواب شایع وذایع ہوجاے"

اللہ اللہ! غرور تفوق اور دعوی الامن مبارز دمین اتنا زور تو ہو، ہمیرے محترم بزرگ مولانا قاسم علی صاحب مدیرالواعظ نے اپریل ۲۸ء کے پرچہ مین اشتہارکی ہر ہر لفظ کا واضح عالمانہ جواب تحریر فرمایا اورمشتہر کے کسی اعتراض کو تشنۂ تحقیق نہین چھوڑا جسکے بعد ہی جولائی کے پرچہ مین ہمارا ایک فیصلہ کن مقالہ شایع ہوا جسمین قرآن، حدیث، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تصریحات سے معترض پر عرصہ بحث کو تنگ اور نجات کے رستون کو مسدود کردیا گیا تھا،

سابق زور شور اور جوش وخروش کا مقتضا تو یہ تھاکہ دو تین دن نہین چار، پانچ ہفتہ نہین، چھ مہینہ ایک سال مین اُسکا جواب شایع ہوجاتا لیکن دوسال کا زمانہ گذرگیا "صدائے برنخواست" عالم احمدیت شہرخموشان بن گیا، قوت ایمانی کے ساتھ ساتھ زورقلم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اب دوبرس کا عرصہ گذرنے کے بعد جسوقت یقین ہوگیا کہ مذکورہ مقالات کے مضامین کا نقش ناظرین کے قلوب سے محو ہوگیا ہوگا اور شاید بعض لاپرواہ اشخاص کے پاس سے الواعظ کا

وہ پرچہ بھی گم ہو گیا ہو، لکھنؤ یا کہ اودھ سے سیکڑوں کوس دور صوبہ بنگال کے شہر کلکتہ سے ایک چند ورقہ اشتہار شایع کرنے کی ضرورت سمجھی گئی جس مین جناب مدیر الواعظ کے مقالہ کو موضوع بحث قرار دیتے ہوے آخر مین لطور تیمن و تبرک ہمارے طویل الذیل مقالہ کے چند جملون کو نقل کر کے اُسکے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میرے خیال مین چونکہ اس قسم کی تحریرین تحقیق حق سے کوسون دور، صرف سخن پروری اور ذاتی جذبات کی نمائش کا ذریعہ ہوتی ہین لہذا اُنکا جواب دینا فضول ہے لیکن صرف اس خیال سے کہ کسی کمزور ایمان رکھنے والے کو غلط فہمی یا کسی طالب حق کے منزل تحقیق تک پہونچنے مین رکاوٹ نہ پیدا ہو مین اس مضمون کے اہم اجزا پر ایک انتقادی نگاہ ڈالنا چاہتا ہون،

عدل و امامت کا قرآن سے ثبوت

شایع شدہ سابق مقالات مین عدل و امامت کے قرآنی شواہد کثرت سے پیش کئے جا چکے ہین لیکن مستفسر صاحب اُن تمام بیانات کو پس پشت ڈالتے ہوے یہ سوال ضروری سمجھتے ہین کہ "ایمان باللہ ایمان بالرسول۔ ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل اور اثنا عشری امامت پر ایمان لانے والے کے لئے فرقان حمید مین کوئی آیت بھی موجود ہے" یہ استفہام اگر حقیقۃً استفہام ہو تو اس سے بڑھکر

کند ذہنی کیا ہو سکتی ہے کہ جواب سن لینے کے بعد پھر اُسی سوال کا اعادہ کیا جائے
اور اگر استفہام انکاری ہے تو ناانصافی اور سخن پروری کا پورا نمونہ لیکن
مستفسر کی خاطر سے ہم پھر فہرست آیات قرآنیہ کی پیش کر دینگے اور عدل و
امامت دونوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کر کے اصل حقیقت پر آفتاب سے زیادہ
تیز روشنی ڈالینگے۔

ایمان باللہ کی تحقیق

قرآن مجید مین ایسی آیتین کثرت سے ہین جنمین ایمان باللہ کی تاکید کی گئی
ہے اور اُسکو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔

(۱) من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔
جو لوگ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انکے لئے انکا اجر انکے پروردگار کے پاس ہے اور انکے واسطے کوئی ڈر کی بات نہین ہے اور نہ انکو رنج پہونچیگا۔

(۲) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا ۔
کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُسپر جو ہماری طرف نازل کیا گیا،

(۳) امن الرسول بما انزل
جو کچھ رسول کی طرف اُسکے پروردگار

الیہ من ربہ والمؤمنون کل امن	کی جانب سے نازل کیا گیا اس پر وہ ایمان
باللہ وملئکتہ وکتبہ و	لایا اور مومنین بھی سب کے سب اللہ اور اسکے
رسلہ (بقرہ)	ملائکہ اور اسکے رسولون پر ایمان لائے ۔
(۴) قل امنا باللہ وما انزل	کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اسپر
علینا ۔	کہ جو ہمپر نازل کیا گیا ۔
(۵) یؤمنون باللہ والیوم الاخر	وہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان
ویامرون بالمعروف وینہون	رکھتے اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی
عن المنکر ویسارعون فی الخیرات	سے روکتے ہین اور نیک کامون مین
واولئک من الصالحین ۔	دوڑ پڑتے ہین اور وہی لوگ صالحین
(آل عمران)	مین سے ہین ۔
(۶) والذین امنوا باللہ و	اور جو لوگ اللہ اور اسکے پیغمبرون پر
رسلہ ولم یفرقوا بین احد	ایمان لائے اور انمین سے کسی ایک کے
منہم اولئک سوف یؤتیہم	درمیان مین فرق نہین کیا انہی کو
اجورہم ۔	عن قریب ان کا پروردگار انکے
	اجر عطا فرمائے گا ۔
(۷) یؤمنون بما انزل الیک	جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا اور
وما انزل من قبلک والمقیمین	جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا اسپر

الصلوٰة والموتون الزکوٰة	وہ ایمان رکھتے ہین اور پابندی سے
والمومنون باللہ والیوم الآخر	نماز پڑھتے ہین اور زکوٰة ادا کرتے

ہین اور اللہ اور یوم آخر کا یقین رکھتے ہین۔

(۸) فآمنوا باللہ ورسلہ	پھر ابتو ایمان لے آؤ تم اللہ اور اُسکے رسولونپر
(۹) فاما الذین آمنوا باللہ و	جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُس سے
اعتصموا بہ فسیدخلہم	لو لگا کر بیٹھے تو اللہ اُنکو عنقریب اپنی
فی رحمة منہ وفضل۔	رحمت و فضل مین داخل کرے گا۔
(۱۰) یا ایہا الذین آمنوا آمنوا	اے زمرہ اہل ایمان مین داخل ہونے والو
باللہ ورسولہ۔ (نساء)	اللہ اور اُسکے رسول پر (سچ مچ) ایمان لاؤ
(۱۱) فآمنوا باللہ ورسولہ النبی	پھر اب تو ایمان لاؤ اللہ اور اُسکے
الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ	نبی اُمی رسول پر جو اللہ اور اُسکے کلمات
(الاعراف)	پر ایمان رکھتا ہی،
(۱۲) ان کنتم آمنتم باللہ وما	اگر تم اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہمنے
انزلنا علی عبدنا (انفال)	اپنے بندہ پر نازل کی ایمان لاچکے ہو۔
(۱۳) قاتلوا الذین لا یومنون	جنگ کرو اُن لوگون سے جو نہ اللہ پر
باللہ ولا بالیوم الآخر۔	ایمان رکھتے ہین اور نہ روز آخرت پر۔
(۱۴) لا یستاذنک الذین یومنون	جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان

باللّٰه والیوم الاٰخر ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم ۔	لائے ہین اُنکو اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے مین تم سے پوچھنے گچھنے کی عادت نہین ہے ۔
(۱۵) واذا انزلت سورۃ ان اٰمنوا باللّٰه وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منھم (توبہ)	اور جب کوئی سورہ ایسا نازل ہوا کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول کیساتھ ہو کر جہاد کرو تو تم سے اجازت مانگنے لگے (بیٹھ رہنے کی) اُنہین سے دولتمند لوگ ۔
(۱۶) انی ترکت ملۃ قوم لایؤمنون باللّٰه وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون (یوسف)	تحقیقًا ہین نے اُس قوم کی ملت و مذہب کو ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہین لاتے اور آخرت کے بھی منکر ہین ،
(۱۷) ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللّٰه ان کنتم تؤمنون باللّٰه والیوم الاٰخر	اور تم کو اُن دونون (زانی و زانیہ) پر خدا کے حکم کے جاری کرنے مین رحم نہ آجائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔
(۱۸) انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللّٰه ورسولہ (نور)	ایمان دار صرف وہی لوگ ہین جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھتے ہین ۔
(۱۹) ومن الناس من یقول اٰمنّا	اور کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو کہتے ہین کہ

بالله فاذا اوذی فی الله جعل فتنۃ الناس کعذاب الله۔ (عنکبوت)

ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُن کو خدا کی راہ میں کوئی تکلیف پہونچی تو اُنھوں نے لوگوں کی تکلیف دہی کو مثل عذاب الٰہی کے قرار دے لیا۔

(۲۰) فبای حدیث بعد الله وآیاتہ یؤمنون (جاثیہ)

تو اللہ اور اُسکی آیتوں کو چھوڑکر یہ لوگ کس بات پر ایمان لائینگے"

(۲۱) لتؤمنوا بالله ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔

تا کہ تم لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اُسکی مدد کرو اور اُسکو بزرگ سمجھو

(۲۲) ومن لم یؤمن بالله ورسولہ فانا اعتدنا للکافرین سعیرا (فتح)

اور جو شخص خدا اور اُسکے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لئے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔ مومن تو بس وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

(۲۳) آمنوا بالله ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ ومالکم لا تؤمنون بالله والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم۔

اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تمکو اُسنے اگلوں کا خلیفہ قرار دیا ہے اُسمیں سے کچھ اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرو اور تمکو کیا ہو گیا ہے کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمکو بلا رہے ہیں تا کہ تم اپنے پروردگار پر

ایمان لاؤ،

(۲۵) والذین امنوا باللہ و	اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان
رسلہ اولئک ھم الصدیقون	لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک
والشھداء عند ربھم۔	صدیقین و شہداء میں داخل ہیں۔
(۲۶) اعدت للذین امنوا باللہ	مہیا کی گئی ہے وہ (جنت) اُن لوگوں
ورسلہ (حدید)	کے لئے جو اللہ اور اُسکے پیغمبروں پر
	ایمان لائے ہیں؛
(۲۷) ذلک لتؤمنوا باللہ و	یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اُسکے
رسولہ (مجادلہ)	رسول پر ایمان لاؤ۔
(۲۸) یخرجون الرسول وایاکم	وہ لوگ تم کو اور رسول کو اس بات پر
ان تؤمنوا باللہ ربکم۔	گھر سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر
(ممتحنہ)	ایمان لائے جو تمھارا پروردگار ہے
(۲۹) تؤمنون باللہ ورسولہ (صف)	اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہو
(۳۰) فامنوا باللہ ورسولہ	تو ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اُسکے رسول پر
والنور الذی انزلنا۔	اور اُس نور پر جو ہمنے نازل کیا،
(۳۱) ومن یؤمن باللہ ویعمل	اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے
صالحا یکفر عنہ	کام کرے تو وہ اُس سے اُسکی برائیوں کو

سیئاتہم — دور کردے گا۔

(۳۲) ومن یؤمن باللہ یہد — اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو
قلبہ (تغابن) — اللہ اسکے دل کی ہدایت کرتا ہے؛

(۳۳) ذالکم یوعظ بہ من — ان باتون سے اُس شخص کو نصیحت
یؤمن باللہ والیوم الاخر۔ — کیجاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے

(۳۴) ومن یؤمن باللہ ویعمل — اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے
صالحا یدخلہ جنات تجری — اچھے کام کرے تو اللہ اُسکو ان باغون
من تحتہا الانہار (طلاق) — مین داخل کرے گا جن کے نیچے نہرین
جاری ہین۔

(۳۵) قل ھو الرحمٰن امنابہ — کہہ دو کہ وہی بڑا رحم کرنے والا ہے ہم اسی پر
وعلیہ توکلنا (ملک) — ایمان لائے اور اُسی پر ہمنے بھروسہ کر لیا ہے۔

(۳۶) انہ کان لا یؤمن باللہ — بیشک وہ خدائے بزرگ پر ایمان
العظیم (حاقہ) — نہ لاتا تھا۔

(۳۷) فمن یؤمن بربہ فلا یخاف — جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائیگا
بخسا ولا رھقا (جن) — وہ نہ نقصان کا خوف کرے گا نہ ظلم کا

(۳۸) وما نقموا منہم الا ان — اور وہ لوگ اُن (مومنین) سے صرف اسبات
یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔ — پر ناخوش ہو کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو

غالب اور سزاوار حمد ہے،

ان تمام آیات مین پیرایہ بدل بدل کر مختلف عنوانون سے ایمان باللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اس کو مدار نجات بتلایا گیا ہے لیکن قرآن مجید مین کسی جگہ ایمان بتوحید اللہ کی لفظ نہین ملتی مثلاً امنو بتوحید اللہ، یومنوا بتوحید اللہ، الّذین امنوا بتوحید اللہ وغیرہ وغیرہ -

ہمارے مخاطب طبقہ مین تو حفاظ قرآن کی کمی نہین ہے انکو اپنی محنت و ریاضت کے صرف کرنے کا یہی موقع ہے قرآن سے ایک ہی آیت ایسی نکالدین جس مین ایمان کی لفظ کا انتساب توحید اللہ کی طرف کر کے تصریحاً ایمان بتوحید اللہ کی دعوت دی گئی ہو لیکن مین ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہوئے جسکے متعلق اسکے مخالفین کا یہ بے بنیاد خیال ہے کہ ان مین حافظ قرآن نہین ہو سکتا صرف اپنے غور و خوض اور تدبر فی القرآن پر بھروسہ کر کے دعوی سے کہتا ہون کہ قرآن مین کوئی آیت ایسی نہین مل سکتی جس مین ایمان کی لفظ کو توحید کے ساتھ منضم کیا گیا ہو،

اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالی کا اقرار و اعتراف ہے جیسا کہ اسکے ظاہری معنی پر جمود اختیار کرنیکا اقتضا ہے تو وہ توحید کو

کسی طرح نہین بتلاتا، مادیین اور دہریین کہ جو اصل وجود خالق کے منکر ہین اُنکے سوا تمام فرق عالم کائنات کے لئے خالق کے وجود کا اعتراف رکھتے ہین جو کچھ بھی ہے وہ اُسکے خصوصیات و اوصاف مین اختلاف ہے ثنویہ ہندو اور نصاریٰ تین مان کر بھی اُسکے وجود کے معترف ہین اور بت پرست بھی اپنے اصنام کو اُس کی ذات کا مظہر فرض کرکے اُسکی ہستی کا اقرار کرتے ہین، درصورتیکہ ایمان باللہ مین ذات باری کے وجود کا اعتراف کافی ہو یہ سب مومن باللہ قرار پائینگے اور آیہ شریفہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وھم مشرکون (سورہ یوسف) مین الا کو اگر استثناے متصل فرض کیا جائے جیسا کہ اُسکے ظاہری معنی کا اقتضا ہے تو وہ صاف بتلا رہی ہے کہ مشرکین کو ایمان باللہ حاصل ہے،

اس صورت مین ان آیات سے کسی طرح توحید کا رکن ایمان ہونا ثابت نہین ہوتا، اور جونکہ مستفسر کے نزدیک اصول دین مین سے ہونیکا معیار یہ ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالکتاب وغیرہ کی ہئیت ترکیبیہ اور اسی صورت سے جس شئے کے ایمان کا حکم قرآن مین ہو وہی داخل اصول دین ہوسکتی ہے اور اسی لئے وہ عدل کے داخل اصول دین ہونے سے منکر ہین کیونکہ قرآن مین کہین ایمان بالعدل کی لفظ کہکر اُس کا حکم نہین دیا گیا ہے تو اس صورت مین اُنکو اپنے اعتقاد توحید سے ہاتھ دہونا چاہئیے اسلئے

کہ قرآن مجید مین کہین ایمان بالتوحید کی لفظ کا وجود نہین ہی،

اور اگر ایمان باللہ کا مفہوم زرا وسیع ہی یعنی وہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالی کو اُن خصوصیات و اوصاف کے ساتھ جو اُسکے شایان شان ہین ماننا اُس کا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اُسی طرح عدل بھی داخل ہے،

اگر آیات آکھیہ مین تدبر کیا جائے تو ایمان باللہ کے یہی دوسرے معنی متعین ہو جاتے ہین۔

سابق معنی کی رو سے ایمان باللہ یہود و نصاری بلکہ عباد اصنام و ثنویہ اور مجوس کو بھی حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ ملک عرب مین نزول قرآن اور اسلام کے آغاز کے دور مین زیادہ تر یہود اور عباد اصنام کی کثرت تھی، طبیعیین و دہریین کا وجود شاید النادر کالمعدوم کا مصداق ہو۔

ایسی صورت مین تابڑ توڑ مسلسل و پیہم آیتون مین پیرایہ بدل بدل کر ایمان باللہ کی دعوت دینا اور صرف وجود باری تعالی کے اقرار لینے مین اتنا بڑا اہتمام صرف کرنا بالکل بے موقع، بے فائدہ اور فضول تحصیل حاصل ہی اور اس صورت مین سورہ یوسف والی آیت کے کلمہ الا کو استثنائے منقطع پر محمول کرنا ناگزیر ہے۔

ذات اگر ایسی ہو کہ اشارہ حسیہ اُسکی طرف ممکن ہے تو اُسکے وجود کا اعتراف

واقرار اُسکے اوصاف پر موقوف نہین، حواس ظاہریہ سے اُسکا ادراک کرکے
اُسکے وجود کا اقرار ہو سکتا ہے اگرچہ بعض اوصاف اُسکے معرض انکار مین
ہون، لیکن جبکہ ذات ایسی ہو جسکے ادراک سے حواس ظاہریہ قاصر ہون تو
اس صورت مین اُسکا ادراک معرفت، ایمان، تصدیق سب کچھ موقوف
ہے اس بات پر کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ سے اشارہ کیا جائے اب اگر
اُسکے وہ اوصاف جو واقعی ہین اُنکی تصدیق حاصل ہے تو انھین اوصاف
کے ذریعہ سے اُسکی طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ یہ اوصاف اُس پر حقیقۃً منطبق
ہین لہذا یہ ایمان و تصدیق و ادراک اُسی ذات کا قرار پائیگا لیکن اگر اُسکے
اوصاف واقعیہ کا ایمان و ادراک نہین بلکہ ایسے اوصاف کا عقیدہ ہے
جو اُسکی شان قدس وجلال کے خلاف ہین تو جب ان اوصاف کے ذریعہ سے
اُنکے موصوف کی طرف اشارہ اور اُس موصوف پر ایمان ہوگا تو کیسی طرح
اُس ذات پر منطبق نہین ہو سکتا جو اُن اوصاف سے متصف نہین،

چونکہ باری تعالی ایسی ذات ہے کہ اشارۂ حسیہ اُسکی طرف ممکن نہین
لہذا اُس پر ایمان و ادراک اس امر پر موقوف ہے کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ
سے اشارہ کرکے اُسکی ذات مخصوصہ کا ایمان حاصل ہو، اگر اُسکے واقعی اوصاف
ثبوتیہ وسلبیہ کے خلاف دیگر اوصاف کا اعتقاد ہو تو چونکہ یہ اوصاف اُسپر
منطبق نہین لہذا کسی طرح یہ ادراک وایمان اُسکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا

جاہل اور نافہم عوام بھی شاید اس مطلب کو سمجھ لینگے کہ جب باری تعالیٰ واقعاً
واحد، عالم، قادر، حکیم، عادل، جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے تو
اگر انسان کو اعتقاد یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو ایک نہین بلکہ متعدد ہستیان
رکھتا ہی یا جہل سے متصف ہی یا حکیم و عادل نہین بلکہ عبث و ظلم اُس پہ
صحیح ہے یا جسم و جسمانیات رکھتا ہے تو یہ اعتقاد کسی طرح اُس خدا کا اعتقاد
نہین جو یہ اوصاف نہین رکھتا بلکہ واحد عالم قدیر حکیم وغیرہ ہے یہ اعتقاد
ایک طبعزاد و خانہ ساز خدا کا اعتقاد ہے کہ جسکے وجود سے صفحہ ہستی خالی
ہے ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان باللہ
کے معنی ہی یہ ہین کہ باری تعالیٰ کا اون اوصاف کے ساتھ جو اسکے
شایان شان ہین اعتقاد حاصل ہو اسی صورت سے توحید ایمان باللہ
مین داخل اور اسی حیثیت سے عدل ایمان باللہ کا رکن ہے اور اس
اعتبار سے باری تعالیٰ کے تمام اوصاف جو عقلی و سمعی ادلہ سے ثابت
ہو جائین ایمان باللہ کا جزو ہین ۔

قرآن مین عدل و توحید کا مساوی پایہ

قرآن مجید مین جس طرح خداوند عالم کے لیے وحدت کو مختلف پیرایون
مین طرح طرح کا لباس پہنا کر ثابت کیا گیا ہے اسی طرح عدل کو بھی بار بار

صورت بدل بدل کر پیش کیا گیا ہے اور باری تعالیٰ کے لئے صفت عدل
ثابت کرنے مین پورا اہتمام صرف کیا گیا ہے۔
جس طرح توحید مین ایجابی اور سلبی دونون پہلوؤن کو ملحوظ رکھتے
ہوے کبھی قل ھو اللہ احد کہکر اسکی وحدت کو ثابت کیا گیا ہے اور
کبھی لا تقولوا ثلثۃ اور لا الہ الا ھو کہکر تعدد کی نفی کی گئی ہے۔
اسی طرح عدل مین ان دونون ایجابی و سلبی پہلوون کا لحاظ کیا گیا ہے،
ایک طرف اس صفت کو جامہ ثبوتیہ کی صورت مین باری تعالیٰ کے
لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری طرف اسکے مخالف وصف ظلم کی جناب
باری عز اسمہ سے نفی کی گئی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مین
توحید و عدل کا پلہ مساوی ہے اور جس طرح توحید کا اعتقاد ضروری ہے
اسی طرح عدل کا اعتقاد بھی ایمان باللہ کے تحت مین لازمی ہے۔

عدل کی حقیقت

کہنے مین تو یہ سہ حرفی لفظ اور اسکے معنی بھی بالکل مختصر ہین لیکن
نتائج و فروع کی حیثیت سے یہ صفت بہت وسیع ہوجاتی ہے۔
عدل کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ جس طرح ایک مومن کامل باری تعالیٰ
سے ظلم کی نفی کرتا ہے اسیطرح ظلم کے جتنے فروع اور متعلقات ہین انکی بھی

ذات احدیت سے نفی کردیتا ہے ظلم اور بے انصافی کو خدا پر جائز سمجھنے والے اسکے ساتھ بہت سے لوازم کے پابند ہونے پر مجبور ہین۔

خدا کا اپنے بندون کو برے کامون پر مجبور کرنا اور پھر خود ہی انکو سزا دینا، بندون کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا، فرمان بردار بندون کے ساتھ نا انصافی کرکے اُنکو عمل سے کم بدلا دینا نافرمان بندونکو اُن کے استحقاق سے زیادہ سزا دینا، بندون پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور عدل باری تعالیٰ کے معنی یہ ہین کہ وہ ان تمام افعال و اوصاف سے منزہ و مبترا ہے، قرآن مجید نے جس طرح صفت عدل کا نام لیکر اُسے باری تعالیٰ کے لئے ثابت اور ظلم کا نام لیکر اُس سے نفی کی ہے اُسی طرح ظلم کے تمام آثار و لوازم کو طرح طرح سے خدا کی ذات سے علیحدہ کرکے عدل کی ایک مکمل تصویر پیش کردی ہے اور یہ تمام آیات جناب باری کے صفت عدل کی دلیل ہین اگر موقع ہوتا تو ہم ہر آیت کے ذیل مین اُسکی شرح و تفسیر بھی لکھتے جاتے لیکن اختصار کا خیال اور ضیق وقت مجبور کرتا ہے کہ صرف اُن کی فہرست پیش کردین۔

(وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین

آیات قرآن کا متفقہ فیصلہ

خدا عادل ہے ظالم نہیں

(۱) شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولوا العلم قائماً بالقسط (آل عمران پ ۳)

خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے،

(۲) ذلك بما قدمت ايديكم وان الله ليس بظلام للعبيد (آل عمران پ ۴)

یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے پہلے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے

(۳) ان الله لا يظلم مثقال ذرة (نساء پ ۵)

خدا ہرگز ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

(۴) وتمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته (انعام پ ۸)

تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری، اسکی بات کو کوئی بدل نہیں سکتا

(۵) قل امر ربي بالقسط (اعراف پ ۸)

کہدو کہ میرے پروردگار نے مجھکو عدل انصاف کا حکم دیا ہے۔

(٦) ان اللہ لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسھم یظلمون (یونس پ۱۱)

یقین جانو اللہ لوگون پر کچھ بھی ظلم نہین کرتا لیکن لوگ خود اپنے ہاتھون اپنے اوپر ظلم کرتے ہین۔

(۷) وما ظلمناھم ولکن ظلموا انفسھم۔ (ھود پ۱۲)

ہم نے اُن پر ظلم نہین کیا مگر خود انھون نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

(۸) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (نحل پ۱۴)

بے شک اللہ تم کو عدل و انصاف نیکی و احسان کا حکم دیتا ہے۔

(۹) ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین (انبیاء پ۱۷)

ہم قیامت کے دن عدل کی ترازو دین کھڑی کردینگے لہذا کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اُس کو سامنے لے آئینگے اور ہم سے بڑھ کر کون حساب کرنے والا ہو سکتا ہے۔

(۱۰) ذالک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید (حج پ۱۷)

یہ انھین کامون کا بدلا ہے جو تو نے اپنے ہاتھ سے پہلے کر رکھے ہین اور خدا اپنے بندون پر ظلم کرنے والا نہین۔

(۱۱) وما اللہ یرید ظلما للعباد

خدا کا ارادہ بندون پر ظلم کے ساتھ

(مومن پ ۲۴)	متعلق نہیں ہوتا۔
(۱۲) من عمل صالحًا	جس نے اچھے کام کئے اپنے نفع کے لئے
فلنفسه ومن اساء فعلیها	کئے اور جس نے برے کام کئے اسنے اپنا ہی
وما ربك بظلام للعبید۔	نقصان کیا اور تمہارا پروردگار لوگوں پر
(حٰمٓ سجدہ پ ۲۵)	ظلم کرنے والا نہیں ہے۔
(۱۳) ما یبدل القول لدیّ	میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور
وما انا بظلام للعبید (ق پ ۲۶)	نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں
(۱۴) ذلك بما قدمت ایدیكم	یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمہارے
ان اللہ لیس بظلام للعبید	ہاتھوں نے پہلے سے کر رکھے ہیں اور
(انفال پ ۱۰)	خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے
(۱۵) ان اللہ لا یغیر ما بقوم	خدا کسی قوم سے اس نعمت کو جو انہیں
حتی یغیروا ما بانفسهم	ہے خواہ مخواہ سلب نہیں کرتا جبتک
(رعد پ ۱۳)	کہ وہ لوگ خود اپنی نفسانی حالت کو بدل نہ دیں
(۱۶) ام نجعل الذین امنوا	کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے
وعملوا الصالحات کالمفسدین	ایمان اختیار کیا اور اچھے اعمال کئے
فی الارض ام نجعل المتقین	ان لوگوں کا سا برتاؤ کریں جنھوں نے
کالفجار (ص پ ۲۳)	زمین پر فساد برپا کیا یا ہم پرہیزگاروں

کو بدکا روں کے مثل بنادیں ۔

(۱۷) من عمل صالحًا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ۔ (حاشیہ پ ۲۵)

جس نے اچھے اعمال کئے اُس نے اپنے لئے کئے اور جسنے برے کام کئے اُس لئے اپنا ہی نقصان کیا ۔

(۱۸) والّذین امنوا واتّبعتھم ذرّیّتھم بایمان الحقنا بھم ذرّیتھم وما التناھم من عملھم من شیٔ کل امریٔ بما کسب رھین ۔ (طور پ ۲۷)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنکی اولادنے بھی ایمان میں اُنکا ساتھ دیا تو ہم اُنکی اولاد کو بھی اُنکے درجہ تک پہونچادینگے اور ہمنے اُنکے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے ۔

(۱۹) الّا تزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الّا ما سعی وانّ سعیہ سوف یری ثم یجزیہ الجزآء الاوفی ۔ (نجم پ ۲۷)

کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہیں پڑے گا اور انسان کے لئے وہی مقرر ہے جتنی اُس نے کوشش کی ہو اور اُسکی کوشش کا عنقریب ہی جائزہ لیا جائیگا پھر اُسکو بھرپور بدلا دیا جائیگا ۔

(۲۰) لا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا (بقرہ پ ۳)

کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اُسکی وسعت بھر ،

(۲۱) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت (بقرہ پ ۳)

خدا کسی کو تکلیف نہین دیتا مگر اُسکی وسعت بھر اُسکا اچھا کام اُسکے لئے اور بُرا کام اُسی کے نقصان کا باعث ہے

(۲۲) واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعها واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعهد اللہ اوفوا ۔

(انعام پ ۸)

ناپ اور تول کو عدل و انصاف سے پورا کیا کرو ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتے اور جب بات کہو تو عدل و انصاف کے ساتھ اگرچہ رشتہ دار کے مقابل مین ہو اور خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو

(۲۳) لا نکلف نفسا الا وسعها

(اعراف پ ۸)

ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زائد تکلیف نہین دیتے ۔

(۲۴) لا نکلف نفسا الا وسعها ولدینا کتاب ینطق بالحق وهم لا یظلمون

(مومنون پ ۱۸)

ہم کسی شخص کو اُسکی وسعت سے بڑھکر تکلیف نہین دیتے اور ہمارے پاس لوگون کے اعمال کی ایک کتاب ہے جو ٹھیک ٹھیک بتلاتی ہے اور اُن لوگون پر بالکل ظلم نہین کیا جائیگا ۔

---

(۲۵) لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه

وسعت رکھنے والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئیے اور جس کی

فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتيها ۔
(طلاق پ ۲۸)

روزی تنگ ہے وہ جتنا خدا نے اسے دیا ہے اسمین سے صرف کرے خدا نے جتنی وسعت دی ہے اسی کے مطابق تکلیف دیا کرتا ہے ۔

(۲۶) ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون (انعام پ ۸)

بات یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کا شیوہ نہین ہے کہ بستیون کو ظلم و زبردستی کیساتھ ہلاک کرے درصورتیکہ باشندے انکے بے خبر ہون،

(۲۷) وما كان ربك ليهلك القرى بظلم واهلها مصلحون (ہود پ ۱۲)

تمھارے پروردگار کے یہ شایان نہین کہ بستیان کی بستیان ظلم وستم کے ساتھ اجاڑ دے حالانکہ باشندے انکے نیکوکار ہون

(۲۸) تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون ۔
(بقرہ پ ۱)

یہ وہ لوگ تھے کہ جو گذر گئے انکے لئے انکی کارگذاری ہے اور تمھارے لئے تمھاری کارگذاری اور جو کچھ وہ کر گذرے اسکی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی ۔

(۲۹) من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة

جو شخص نیکی کرے گا اسکو اسکا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے تو

فلا یجزیٰ الا مثلہا وھم — اُسکی سزا اُسکے برابر ہی دیجائیگی
لا یظلمون (انعام پ۸) — اور اُسکے ساتھ کوئی ظلم نہین ہوگا،

(۳۰) ھل یجزون الا ما کانو — جو اعمال اُنھون نے کئے تھے اُسی کے
یعملون (سبا پ۲۲) — مطابق اُن کو جزا دیجائیگی،

(۳۱) ولا تکسب کل نفس الا — جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اُسکا
علیہا ولا تزر وازرۃ وزر — نقصان اُسی کے لئے ہے اور کسی پر دوسرے کے
اخریٰ (انعام پ۸) — گناہ کا بار نہین پڑے گا۔

(۳۲) من اھتدیٰ فانما — جو شخص صحیح رستہ پر چلتا ہے وہ اپنے
یھتدی لنفسہ ومن ضل — ہی لئے چلتا ہے اور جو رستہ سے بھٹکتا
فانما یضل علیہا ولا تزر — ہے وہ بھٹک کر اپنا ہی خود نقصان
وازرۃ وزر اخریٰ وما کنا — کرتا ہے اور کوئی دوسرے کے گناہ کا
معذبین حتی نبعث رسولا — بار نہین اُٹھا سکتا۔ اور ہمارا کبھی
(بنی اسرائیل پ۱۵) — شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب
کرین جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کر دین۔

(۳۳) قل لا تسئلون عما — تم اُن سے کہدو کہ نہ ہمارے گناہون
اجرمنا ولا نسئل عما تعملون — کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور نہ تمھاری
(سبا پ۲۲) — کارستانیون کی ہم سے بازپرس۔

(۳۴) ولا تزروا زرة وزر اخری وان تدع مثقلة الی حملها لا یحمل منه شیئ ولو کان ذا قربی (فاطر پ ۲۲)	کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہ اٹھائیگا اور اگر کوئی گران بار کسی کو اپنا بار اٹھانے کیلئے بلائے تو اسکے بار میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائیگا، اگرچہ اسکا عزیز قریب ہو۔
(۳۵) ولا تزر وازرة وزر اخری (زمر پ ۲۳)	اور کوئی کسی دوسرے کے بار کو نہ اٹھائے گا۔
(۳۶) فمن اهتدی فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیها (زمر پ ۲۴)	جو شخص راہ راست کو اختیار کرے اسنے اپنا ہی نفع کیا اور جو بری راہ لگے اسنے اپنا ہی نقصان کیا۔
(۳۷) من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها (حاشیہ پ ۲۵)	جو نیک اعمال کرے تو وہ اسکے نفع کیلئے ہیں اور جو برے کام کرے تو وہ اسی کے نقصان کا باعث ہیں۔
(۳۸) وما کان الله لیضل قوما بعد اذ هدیهم حتی یبین لهم ما یتقون۔	خدا کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی قوم کو بعد اسکے کہ ان کو صحیح رستہ پر چلا چکا ہے ترک کردے جب تک کہ ان کو

قابل اجتناب چیزین تبلا نہ دے۔

(۳۹) لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔ — جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت،

(۴۰) من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ — جو ایک ذرہ بھر نیک کام کریگا اُس کا انجام دیکھ لیگا اور جو ایک ذرہ بھر بد کام کرے گا اُسکو بھی دیکھ لیگا،

ایک چھوڑ چالیس آیتین

کیا اب بھی مطالبہ پورا نہین ہوا؟

قرآن مجید کی ایک آیت بھی اگر کسی چیز کی گواہی دے تو اُس پر ایمان لانا مسلمانون کا فرض ہے چہ جائیکہ چالیس آیتین متفقہ طور پر یک بان ویک آہنگ ہو کر ایک مطلب کو بیان کرین اس سے کیا یہ ثابت نہین ہوتا کہ باری تعالیٰ کی نظر مین صفت عدالت کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور وہ کسی طرح راضی نہین کہ اُسکی طرف ظلم کا توہم بھی ہو سکے، وہ تا بڑ توڑ مسلسل آیتون سے اس امر پر زور دیتا ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور اُسکے

کاموں میں ظلم کا شائبہ نہیں، لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان پھر بھی
اُس بر ظلم کو روا سمجھتے رہے مستفسر صاحب بھی اسی گروہ میں داخل ہیں، انکا
خیال ہے کہ شیعوں نے عدل کو اپنی عقل محض سے مدار ایمان بنا رکھا ہے
اور وہ خانہ ساز اصول میں سے ہے اور جس مذہب میں خدا کا عادل سمجھنا
ضروری ہی وہ شیعوں کا عقلی وختراعی ہے نہ کہ من عند اللہ" وہ بڑے زور
شور سے سوال کی صورت میں مطالبہ کرتے ہیں "کیا ایمان باللہ ایمان بالرسول
ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل پر ایمان لانے کے لئے قرآن مجید میں کوئی
ایک آیت بھی موجود ہے،، کوئی ایک کے بجائے چالیس آیتیں دیکھنے لینے کے
بعد بھی معلوم نہیں مستفسر کا مطالبہ پورا ہوگا یا وہ پھر یہی سوال کریں گے کہ
کیا عدل پر ایمان کے لئے کوئی آیت قرآن میں ہے" ؟

اصول دین اور اصول مذہب کی تشریح

توحید و عدل کا اصلی مفہوم

مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوچکا ہے کہ ایمان باللہ کے
تحت میں خداوند کریم کے تمام صفات کمال کا جو ادلہ قطعیہ سے ثابت ہوجائیں
اعتقاد ضروری ہے۔ اور یہ سب مدار نجات ہیں اور ایک مسلمان حقیقی طور پر
اسی وقت مسلمان اور مومن ہو سکتا ہے جب وہ ان تمام پر ایمان رکھے

توحید وعدل اگرچہ ظاہر مین دو مختصر مفہوم ہین لیکن علم کلام پر عبور حاصل کرنیوالا اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونون مفہوم باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ وسلبیہ صفات ذات وصفات فعل سب پر حاوی ہین، یہ دونون دو سرخیان ہین جنکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین، توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم وجسمانیات وغیرہ وغیرہ سب داخل ہین اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور انصاف اور اُسکے تمام فروع وشعب مندرج ہین اور چونکہ انہی سب کا اعتقاد بحیثیت مجموعی ایمان باللہ کا مرادف ہے اور اُسپر تمام اعمال وعبادات کی قبولیت متفرع ہے اس لئے توحید وعدل اپنے مذکورہُ بالا وسیع معنی کے ساتھ اصول دین مین داخل ہین۔

وہ چیزین کہ جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اگرچہ سب مدار نجات ہین اور اُخروی فلاح ونجاح اُن کے اعتقاد پر موقوف ہے لیکن یہ ضروری نہین کہ اُن مین سے ہر ایک کا منکر ظاہری احکام کی رو سے بھی کافر سمجھا جائے،

حضرت رسالتمآبؐ نے خود فرمایا تھا ستفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ اسلامی جماعت مین تفرقہ بازی ہوگی اور اسکے ۷۳ فرقہ ہوجائینگے مگر سب امت نبی مین داخل اور اسلامی جامع کے اجزا ہین لیکن نجات انمین سے صرف ایکسا ہی جماعت کیلئے ہی،

یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری صورت مین اسلام ایک وسیع معنی رکھتا ہے جو تمام فرق اسلامیہ کو شامل ہے، ایسی صورت مین ہر وہ عقیدہ کہ جس پر نجات کا انحصار ہو ضروری نہین کہ اسکا منکر دائرہ اسلام سے بھی خارج ہوجائے لیکن بعض ایسے اہم عقائد ضرور ہین جو اسلام کے مخصوص ارکان ہین اور جن مین تمام مسلمان برابر سے شریک ہین کہ انکا انکار کرنے والا شخص اسلامی دائرہ سے بھی خارج ہوجاتا ہے اسی بنا پر ان عقائد مین جو حقیقۃً اصول دین اور مدار ایمان اور معیار نجات ہین ایک دوسری اصطلاحی نگاہ ڈالکر فرق قرار دیدیا گیا ہے،

وہ عقائد کہ جنمین تمام مسلمان ناجی اور غیر ناجی سب کے سب شریک ہین اور جن کے بغیر کوئی شخص ظاہری حیثیت سے بھی مسلمان نہین ہوسکتا انکا نام اصول دین رکھا گیا ہے اور وہ عقائد کہ جنکا بہت سے فرق اسلام نے انکار کیا ہے لیکن حقیقۃً وہ ادلۂ قطعیہ سے ثابت ہین اور مدار نجات و ایمان ہین انکا نام اصول مذہب ہے۔

اور چونکہ صحیح مذہب ہی دین واقع کا صحیح مصداق ہے اسلئے اسکے

جو اصول ہون وہی حقیقۃ دین کے اصول ہین اور انّ الدّین عند اللہ الاسلام، رضیت لکم الاسلام دینا، ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین وغیرہ وغیرہ انہی پر منطبق ہے،

جناب مدیر الواعظ دامت معالیہ کا یہ لکھنا کہ "تین اصول دین ہین یعنی توحید نبوت معاد اور دو اصول مذہب ہین عدالت امامت اور ان پانچون کو تغلیبًا اصول دین کہتے ہین" اسی اصطلاح پر مبنی ہے، ہان بے شک ہماری تحریر سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ یہ پانچون تغلیبًا نہین بلکہ تحقیقًا اصول دین ہین اور تین کو اصول دین، دو کو اصول مذہب کہنا صرف ایک اصطلاحی فرق ہے،

ہمارے اس بیان سے مستفسر کے سوال نمبر ۲ اور نمبر ۳ کا جواب ہو جاتا ہے جس مین وہ لکھتے ہین "جب دین کے تین ہی اصول ہین تو پھر شیعون کو دو اور خانہ ساز اصول عدل و اثنا عشری امامت کو داخل دین اور نیا مل ایمانیات کر دینے کا اختیار کہان سے مل گیا اور جس مذہب کے یہ دو اصول ہین عدل و امامت وہ شیعون کا عقلی و اختراعی ہے نہ من عند اللہ جیسا کہ دین اسلام من عند اللہ ہے۔

عقل اور اصول دین

مستفسر صاحب جناب مدیر الواعظ کے اس فقرہ سے بہت حیران ہوئے ہین کہ "اصول دین کی حسن وخوبی وتعیین ومعرفت محض عقل پر منحصر اور عقلاً واجب ہے۔"

وہ چاہتے ہین کہ اصول دین سب کے سب نصوص قرآنیہ سے ثابت ہون اور عقل کا قدم درمیان مین نہ آنے پائے لیکن مستفسر سے کوئی پوچھے کہ اگر عقل نہ ہو تو قرآن پر ایمان لانے کی کیا صورت ہے؟

حضور والا! نصوص قرآنیہ سے کسی مطالب کا یقین کرنا موقوف ہے اس امر پر کہ آپ تہ دل سے قرآن کی صحت پر ایمان لے آئیں اور قرآن پر ایمان لانا اس بات پر متفرع ہے کہ رسول کی نبوت اور صدق کا اعتقاد کر لیجئے اور رسول کی نبوت وصدق کا اعتقاد اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کسی باشعور وارادہ قادر وحکیم مطلق ہستی کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہون، اب اگر خدا کی الوہیت، رسول کی رسالت، قرآن کی حقانیت کو خود قرآنی آیتون سے ثابت کرنا چاہین تو کیا منطقی حیثیت سے دور نہین لازم آتا،

ایک طبیعی ودہری کے مقابلہ مین جو وجود خدا کا منکر ہے آپ

قل هو اللہ احد پڑھ پڑھ کر دم کیجئے تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے ،
اور ایک عیسائی کے سامنے جو تثلیث کا قائل ہے لا تقولوا ثلثۃ
انتھوا خیرا لکم کا ورد پڑھے تو اُس پر کیا اثر ہوگا ؟
اور ایک آریہ کے آگے جو معاد اور حشر اجساد کا منکر ہو کسی حافظ قرآن
کو بلاکر پورا سورہ حشر پڑھوا دیجئے تو وہ کب تسلیم کریگا ؟
اور کسی مخالف اسلام کو مناظرہ کے وقت ان الدّین عند اللہ
الاسلام اور ما محمد الا رسول کہکر قائل کرنا چاہین تو کیا یہ امر مضحکہ
خیز نہ ہوگا ؟
یقین جانئے اگر آپنے خدا کی خدائی رسول کی رسالت ، قرآن کی
حقانیت کا خود قرآن مین دیکھکر یقین کیا ہے تو آپ کو خود قرآن کا ایمان
نہین ہے اور اپنے اسلام و ایمان پر نظر ثانی کرنا چاہیئے ، خدا نے عقل
اسی لئے دی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے اُسکی اور اُسکے رسول کی معرفت حاصل
ہو ، عقل ہی وہ ہے جو ایک باشعور شخص کو ہاتھ پکڑکر تحقیق کی طرف لیجاتی
اور رسول و نبی کی صدق کا یقین دلاتی ہے ۔
اگر عقل نہوتی تو انبیاء و رسل کی چیختے چیختے آوازین پڑجاتین اور
کوئی اُنکی بات بھی نہ سنتا اور اگر سنتا تو اُسپر یقین کرنیکا کوئی باعث نہین تھا
مین اُمید کرتا ہون کہ آئندہ سے مستفسر صاحب اپنی زبان سے کبھی

نہ نکالیں گے کہ "اصول دین کو عقل سے نہیں بلکہ نصوص قرآنیہ سے سمجھنا چاہیئے"

بے شک اگر اصول دین میں سے کوئی امر ایسا ہو جس کی تصدیق پر قرآن مجید کی سچائی کا اعتقاد موقوف نہیں ہے تو اُس کو قرآن مجید کی رو سے ثابت کرنا صحیح و درست ہے جس طرح اگر قرآن مین کوئی آیت اُسکے متعلق نہ موجود ہو لیکن عقل قطعی طور سے اُسکا فیصلہ کرتی ہو تو اُسکا ماننا ضروری ہے، عدل کا مسئلہ ایسا ہے کہ اُسمین عقل اور قرآن دونون متفق طور پر ناطق ہین، ایک طرف عقل بتلاتی ہے کہ اگر خدا عادل نہو تو جزا اور سزا اور تمام معاد سب باطل ہین اور چونکہ خدا کامل بالذات ہے اُسمین نقص کا شائبہ نہین لہذا ظلم اُس پر محال ہے، دوسری طرف قرآن مختلف انداز سے خدا کے عادل ہونے کی گواہی دیرہا ہے اور ظلم کی صریحی طور سے نفی کرتا ہے، لہذا ایک عاقل اور مسلمان شخص کو اسکے تسلیم کرنے مین کیا عذر ہوسکتا ہے؟

مسئلہ امامت کی مختصر بحث

امامت کے معنی

امامت کے لغوی معنی تو پیشوائی کے ہین اور اسی حیثیت سے جماعت مین نماز گذارون کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب باری کی اصطلاح

مین امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت اور استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

خدائی مناصب و مراتب کی حقیقت تک انسانی فہم و ادراک کہان پہونچ سکتا ہے دنیاوی سلاطین کہ جن کو اُس بارگاہ قدس و جلال سے کوئی نسبت ہی نہین اُنکے مقرر کئے ہوئے منصب اور مرتبون کو دیکھکر ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اُنکے لئے کوئی خارجی حقیقت اور ماہیت نہین ہوا کرتی جسکو الفاظ کے ذریعہ سے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے بلکہ اُنکا تعدد تمائز و اختلاف سب نظر سلطان اور اُسکے قرارداد و اعتبار پر مبنی ہوتا ہے اور اسی قرارداد کے باعث اُن مین فوقیت و ماتحتی پیدا ہوتی ہے"۔

بیشک آثار اور لوازم کی حیثیت سے ان منصبون اور عہدون مین افتراق و امتیاز کا سمجھنا ممکن ہے، امامت، نبوت، رسالت، یہ تینون منصب جداگانہ ہین جنھین قدرت کی طرف سے مراتب و درجات مین تفاوت رکھا گیا ہے، نبی کی حیثیت صرف اُس مخبر کی ہے جو لوگون کو خدا کی یاد دلائے اُنکو عذاب آلٰہی سے ڈراکر اور ثواب آلٰہی کی طرف بلاکر ایمان کے راستہ کی طرف دعوت دے سکے۔

اس سے ذرا بلند رسول کا مرتبہ ہے وہ خدا کا سفیر ہے جو اُسکی طرف سے

احکام کا اجراء کرے قانون نافذ کرے اور اُس پر لوگون کو عمل پیرا بنائے
نبی و رسول کی تصدیق اگرچہ لازم اور اُسکا اتباع ضروری ہے لیکن اُس
محدود دائرہ مین کہ جسکے اندر اُسکی نبوت اور رسالت کو محدود کیا گیا ہے
اور وہ بھی اسی حیثیت سے کہ وہ مخبر صادق اور سفیر ہے، امامت کا درجہ
اُن دونون سے بلند ہے۔ امام کی صورت نہ مخبر کی ہے نہ سفیر کی بلکہ وہ
خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہے وہ
باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا
جاتا ہے کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلین اُسکی بات کو سنکر عمل کرین اُسکے
ہر طرز عمل کی موافقت کرین اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھین
جو شخص نبی یا رسول ہو اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہین اور جو امام خلق
قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہین ہے، ہان یہ
ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ہستی مین نبوت رسالت، امامت
سب کو جمع کر دے "

جو شخص نبی و رسول ہے لیکن امام نہین ہے وہ کسی طرح مرتبہ مین
اُس شخص کے برابر نہین جس کو امامت عطا کر دی گئی ہے اور اگر ایسا شخص
ہے جس مین قدرت نے نبوت و رسالت و امامت جمع کر دی ہے وہ امامت
کی حیثیت سے اُس شخص کا جو تنہا امام ہو شریک ہوگا لیکن صفات نفسیہ

اور فضائل ذاتیہ مین ہو سکتا ہے کہ اُس سے مساوی ہو اور ہو سکتا ہے کہ
کہ کم ہو یا زیادہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ چونکہ وہ امام ہونیکے ساتھ رسول
و نبی بھی ہے تو اُسکا درجہ و مرتبہ زیادہ ہوگا، کیونکہ اعلیٰ مرتبہ مین مساوی
ہونیکے ساتھ کسی کا ادنیٰ درجہ پر فائز ہونا اُسکی فضیلت کا موجب نہین ہو سکتا
جس طرح اگر دو شخص ایسے ہین جو مولوی فاضل پاس ہین لیکن ایکنے نہین
سے مولوی یا عالم کا امتحان بھی دیا ہے تو یہ اُسکے فضلیت کا باعث نہین
ہو سکتا انگریزی دان اصحاب یون سمجھ سکتے ہین کہ دو شخص جو بی اے کے درجہ
کی برابر سے سند رکھتے ہون لیکن ایک اُن مین سے کسی نہ کسی طرح علیحدہ
سے بڑھکر براہ راست بی اے کے امتحان مین شریک ہوکر کامیاب ہے تو
کیا وہ شخص جو بی اے کے قبل انٹرنس کے درجہ کا سارٹیفکیٹ بھی حاصل
کر چکا ہے اُس پر فوقیت رکھتا ہے، انبیاء سابقین مین جہان تک نظر ڈالی
جاتی ہے اُنکا خط فضیلت نبوت و رسالت کے نقطہ تک منتہی ہوجاتا ہے
لیکن ابراہیم خلیل الرحمٰن کی ذات ایسی ہے جس مین مبدأ فیض نے
تینون منصبون کو جمع کردیا تھا،

نبی و رسول کا مرتبہ تو پہلے ہی سے حاصل تھا کلمات تامات کے
امتحان مین کامیاب ہونے پر امامت کا درجہ بھی عطا ہوا اور انّی جاعلک
للناس اماما کی سند مل گئی۔

ہمارے نبی اکرم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت تمام انبیائے سابقین سے بلا استثناء ثابت ہے لہذا یقینی ہے کہ حضرت بھی تینوں منصبوں کے حامل تھے اور رسالت ونبوت کے ساتھ امامت کا درجہ بھی حضرت کو حاصل تھا، اور چونکہ حضرت باری عز اسمہٗ نے حضرت کو پیشوائے مطلق قرار دیکر کسی کا استثناء نہیں کیا تھا لہذا یہ ماننا لازمی ہے کہ حضرت افضل خلق تھے،

ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ امام کے لئے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق ہونا ضروری ہے اور باری تعالیٰ کی جانب سے اسکے قول و عمل کا اتباع تمام افراد بشر کا فرض ہوتا ہے۔

امام اگر خود نبی ورسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونیکی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہے کہ جو اُس سے افضل رسول ونبیؐ امام کی موجودگی میں اُسکے زیرحکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہے تو اُس پیغمبر کی وفات کے بعد اسی ہستی کا پیشوائے خلق ہونا لازمی ہے اور خلافت ونیابت کے لباس میں اس امامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور امامت کی اس مخصوص قسم کو ان لفظوں میں بیان کرنا صحیح ہے کہ " ھی الریاستہ العامہ الالھیتہ خلافتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی کافتہ الامتہ اور یہی وہ ہے کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے،

اس بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امامت کا مفہوم ایک ہی ہے، آثار
ولوازم اسکے مختلف ہین! ابراہیم کو جو امامت ملی تھی وہ وہی تھی جو خاتم النبین
کے جانشین ووصی امیر المومنین علیہ السّلام اور اون کی اولاد کے لئے ہم ثابت
کرنا چاہتے ہین بیشک چونکہ ابراہیم خود نبی و رسول تھے لہذا اُن کی امامت
استقلالی حیثیت رکھتی تھی اور ہمارے ائمہ معصومین ع چونکہ خاتم الانبیاء ص کی
شریعت کے حافظ ونگہبان مقرر ہوے تھے لہذا انکی امامت جانشینی اور خلافت
کے عنوان سے تھی، امامت کی حقیقت ایک ہی ہے صورتین بدلی ہوئی ہین،
اب مستفسر کا یہ اعتراض کہ "کیا جناب ابراہیم کو مرتبہ نبوت وخلت پر فائز ہو چکنے
کے بعد بھی امامت بمعنی مصطلح جو غیر نبوت ہے عطا ہوئی تھی تو پھر جناب ابراہیم
رتبہ نبوت پر ممتاز ہونے کے بعد کس رسول کے خلیفہ بنا دئے گئے اور کس کی
خلافت مین ریاست عامہ دینیہ ودنیویہ آن کو ملی" بالکل بادر ہوا ثابت
ہو جاتا ہے،

رہ گیا یہ سوال کہ کیا قرآن مجید مین امامت کا استعمال شیعون ہی کے
اصطلاحی معنی مین ہوا ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مین تو اس لفظ کا
استعمال شیعون کے اصطلاحی معنی مین نہین ہوا ہے لیکن شیعون کے اصطلاحی
معنی وہی ہین جنمین قرآن کے اندر امامت کا استعمال ہوا ہے اور دلیل اسکی
یہ ہے کہ اگر امامت کسی خاص منصب اور مرتبہ کا نام نہو تو ابراہیم سے مخصوص طور پر

انی جاعلك للناس اماماً کہنے کے کوئی معنی نہین، تمام انبیا اپنی اپنی امت کے لئے واجب الاتباع ہوتے ہین انہین ابراہیم کی کونسی خصوصیت ہے آخر نبوت و رسالت کے حاصل ہونیکے بعد ابراہیم مین کونسی کسر رہ گئی تھی کہ اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات کے مندرجہ کلمات کے ساتھ انکا امتحان لے لیا گیا، اور فاتمھن کے نتیجۂ امتحان اور کامیابی پر انی جاعلك للناس اماماً کی سند عطا ہوئی، ایک سب جج کو امتحان کے بعد کامیاب ہونے پر منصف کی کرسی دینا صحیح ہے یا جوڈیشل کمشنر کا عہدہ۔

یقیناً کسی مرتبہ پر فائز شخص کو جب امتحان لیکر کامیابی کا انعام دیا جائیگا تو وہ پہلی مرتبہ سے بلند ہی مرتبہ ہوگا۔

اصل و فرع کا فرق کسی کا طبعزاد نہین اور نہ مطلق امامت کا لازمہ ہے بلکہ مخصوصاً جب امامت کسی نبی و رسول کے زیر سیادت ہوگی تو اُس مین خود بخود فرعیت پیدا ہوجانا ضروری ہی،

امامت عامہ و خاصہ

جس طرح نبوت مین دو مرحلہ ہین جنمین سے ایک نبوت عامہ ہے اور دوسرے نبوت خاصہ اسی طرح امامت کی بحث بھی دو حصون مین منقسم ہے امامت عامہ اور امامت خاصہ،

امامت عامہ مین عمومی حیثیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رسول کی عدم موجودگی مین حفظ شریعت کیلئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ امامت مخصوص منصب ہے، جو خدا کی طرف سے قرار دیا جاتا ہے اور بغیر جعل آلہی کے حاصل نہین ہو سکتا اور عصمت و علمیت و فضلیت وغیرہ اسکے شرائط ہین امامت خاصہ کے معنی یہ ہین کہ مخصوص طور پر نصوص قطعیہ سے اُس ہستی کی تعیین کیجائے جسکو باری تعالی نے امامت کیلئے منتخب کیا ہے جناب مدیر صاحب لواعظ کے مقالہ مین متعدد آتیین جو نقل کیگئی ہین اُنمین سے بعض امامت عامہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہین جنسے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امامت ایک مخصوص منصب ہے جس کیلئے انتخاب خداوند عالم کی جانب سے ہوتا ہے اور وہی جعلنا منھم ائمۃ وجعلناھم ائمۃ وجعلھم ائمۃ کی لفظون مین اپنے انتخاب کا اعلان کیا کرتا ہے، ان آیات کو امامت خاصہ کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کرنا کہ " ان آیتون مین جناب موسی اور بنی اسرائیل یا اسحق و یعقوب کا تذکرہ ہے ان کو اثنا عشری امامت سے کوئی تعلق نہین " عدم تدبر کی دلیل نہین تو کیا ہے۔

امامت اور حکم عقل

مستفسر کو اس امر مین پر اشش و پنج ہوا ہے کہ " جب اثنا عشری امامت کی تعیین و معرفت شیعون کی عقل محض پر منحصر اور عقلاً واجب ہے تو پھر باب امامت مین نص خدا و رسول کو ضروری جاننا چہ معنی دارد؟ لیکن اگر وہ تامل سے کام

لیجئے تو اس سوال کا جواب بالکل آسان نظر آتا، بے شک امامت کا ضروری ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہے اور عقل قطعی طور سے بتلاتی ہے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد شریعت نبویہ کی حفاظت کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے لیکن وہ امام کون ہو، اُسکی تعیین کے لئے عقل حاکم ہے کہ نص خدا و رسول کی ضرورت ہے امام وہی ہو سکتا ہے کہ جو باری تعالیٰ کا انتخاب کیا ہوا اور منصوص من اللہ ہو لہٰذا عقلی حکم کے رو سے تعیین شخص امام میں نص خدا و رسول ضروری ہے۔

جعل الٰہی اور نص فعلی

صدہا ان گذر گئیں متکلمین و مفسرین و ارباب حدیث کے طبقہ آئے اور منقرض ہو گئے خلافت کا مبحث کبھی ہمیشہ محاذ جنگ بنا رہا اور موافق و مخالف لشکر ہمیشہ ہی صف آرا رہے علمائے شیعہ بیچارے ہمیشہ پکارتے رہے کہ خلافت و امامت کے لئے جعل الٰہی کی ضرورت ہی اور بغیر نص قطعی کے خلافت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن علمائے اہلسنت یہی کہتے رہے کہ خلافت و امامت کا جعل الٰہی اور نص خدا و رسول سے کوئی تعلق نہیں، اُمت خود جس کو چاہے اپنے اختیار سے خلیفہ بنا سکتی ہے،

مستفسر کا ضمیر خود اس عقیدہ کی کمزوری کا معترف تھا لہٰذا اُنھوں نے ذرا اخلاقی جرأت کر کے اپنے قدیم اور دیرینہ اعتقاد سے کنارہ کشی کر کے شیعوں

کی ہمنوائی اختیار کر لی ہے، وہ رقمطراز ہین :-
"آیات قرآنیہ اور نصوص فرقانیہ سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ امامت للناس اور خلافت فی الارض کا مدار صرف جعل الٰہی اور خداوند عالم کے نص فعلی پر ہے، رسول کے قول یا فعل کو عطائے امامت وخلافت مین کوئی دخل نہین ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت مین سے جس کو چاہتے اپنے قول یا فعل سے امام بنا دیتے اور خدائے ذوالجلال سے اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت نہ کرتے" پھر صفحہ ۸ پر لکھتے ہین :-
"آیت ہذا اس امر کی بین شہادت ہے کہ امامت بدون جعل الٰہی ناممکن الحصول ہے اسلئے جناب ابراہیم خلیل اور رسول ہونے کے باوجود بغیر جعل الٰہی اس منصب جلیل پر فائز نہو سکے اور نہ اپنی ذریت مین سے کسی کو اس منصب عظیم پر باختیار خود مامور کر سکے بلکہ بارگاہ الٰہی مین اپنی ذریت مین سے امام بنائے جانے کی التجا کی"۔

پھر صفحہ ۱۰ مین ملاحظہ ہو "خلیفہ فی الارض اور امام للناس وہی ہوتا ہی جسکو خود خداوند عالم بناتا ہی"

یہ تو حقیقت کے اعتراف کی وہ آوازین ہین جن کو بے اختیار خداوند عالم منکرین کے دہنون سے نکلوایا کرتا ہے اور یقیناً مستفسر اس حیثیت سی مبارکباد کے مستحق ہین کہ اُنھون نے بہت صفائی کے ساتھ اپنے مذہبی روایات سے

دستکشی کرکے نصب امام کو جعل اور تعیین باری کا پابند قرار دیا ہے لیکن
انھون نے اسکے بعد جس وادی مین قدم رکھا ہے وہ پہلے سے زیادہ
خارزار اور پرخطر ہے ۔

اُن کا خیال ہے کہ جو شخص کسی نہ کسی طرح تخت حکومت کا مالک بنجائے
اور فوج ولشکر وغیرہ اُسکے ہاتھ لگ جائے تو وہ ہی خداوند عالم کی
جانب سے منصوص اور معین ہے خود اُسکا لوگون پر مسلط ہوجانا اُسکے حقیت
کی دلیل اور خداوند عالم کی نص فعلی اور عملی شہادت ہی ۔

زیر بحث رسالہ مین متعدد جگہ اشارۃً وکنایۃً اس مطلب کو لکھا گیا ہے
یہ فرسودہ عقیدہ کہ بندون کے افعال خیر و شر سب خدا کی طرف استناد رکھتے
ہین اگر اپنے تمام لوازم و آثار کے ساتھ قبول کیا جائے تو یقیناً اُسکا نتیجہ یہ ہے
کہ لوگون کا کسی شخص کو خلیفہ اور امام بنانا عیناً خدا کا فعل اور اُسکا عملی جعل ہے
لیکن افسوس ہے کہ وہ عقیدہ کچھ اتنا کم قسمت تھا کہ خود اُسکے ماننے والے ہمیشہ
تاویل و توجیہ ہی کرتے رہے کیونکہ اُسکے خیال کی بنا پر ثواب وعقاب بیکار
اور جزا و سزا باطل ہوجاتی ، شراب پینا اُسکے پینے والے کا کام نہین بلکہ
خود خداوند عالم کا کام ہے لہذا اس بیچارے کو سزا دینے کا نتیجہ ؟

امام کے معنی اگر سلطان جابر ، ظالم ، زبردست ، متمرد وغیرہ
کے ہین تو ضرور وہ شخص جسنے بجبر و ظلم و قہر غلبہ و مکر و فریب سلطنت دنیا کو

حاصل کرلیا ہے خدا کی طرف سے امام خلق ہے اور خود اُسکا سلطان بنجانا اُسکے
امام مجعول من اللہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس صورت مین چنگیز خان
ہلاکو، تیمور، نادر وغیرہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے امام مجعول من اللہ ہونگے
اور موجودہ زمانہ مین جبکہ اسلامی عثمانی خلافت کا شیرازہ غازی مصطفےٰ
کمال پاشا کے ہاتھون بکھر چکا ہے یورپ کے بڑے بڑے سلاطین خدا کی طرف سے
مقرر کئے ہوے امام سمجھے جانا ضروری ہین،

لیکن اگر امامت صرف جبر و ظلم قہر و غلبہ سے بادشاہ بن بیٹھنے کا نام
نہین بلکہ امام وہ پیشوائے خلق ہے جسکو خدا نے اپنی جانب سے مقرر فرمایا
ہو اور جسکی اطاعت واتباع کو فریضۂ لازمہ بنادیا ہو جیساکہ قرآن مجید سے ظاہر
ہے تو اُسکی تعیین و تشخیص سلطنت و حکومت کا مالک بن جانے سے نہین ہوسکتی
بلکہ اُسکے لئے خداوند عالم کے نص قطعی کی ضرورت ہے جو اُسکے رسول کی زبانی یا
قرآن کی صورت مین امت تک پہونچے ۔

اگر امامت کے معنی سلطنت، قہر و غلبہ کے ہون تو مستفسر کو بتلانا
چاہیئے کہ ابراہیم کس اقلیم کے بادشاہ بنادئے گئے تھے اور اُنکو کیا قہر و غلبہ
حاصل تھا، کیا خدا بھی جھوٹ موٹ کی باتین بناتا ہے کہ ابراہیم کو اپنے نص فعلی
سے امامت عطا نہین کی لیکن خوش کرنے کیلئے کہدیا انی جاعلك للناس
اماما یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ جب امامت کے معنی ظاہری سلطنت

اور غلبہ کئے رہیں اور اس بنا پر یزید و ولید متوکل و ہارون رشید ایسے ظالم و جابر سلطان بھی خداوند عالم کی طرف سے امام مجعول ہیں تو خداوند عالم کا وعدہ کہ لاینال عہدی الظالمین کہاں گیا؟!

کیا مستفسر کے نزدیک خدا بھی وعدہ خلاف دغا باز کذاب ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

نصِ خدا اور فعلِ رسولؐ

صہ۲ " امامت کا مدار جعل آلہی پر ہے رسول کے قول یا فعل کو اعطائے امامت و خلافت میں کوئی دخل نہیں ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کیلئے استدعائے امامت نہ کرتے پس اثنا عشری امامت کے باب میں نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے۔

صہ۹ " جب اثنا عشری امامت کے لئے خداوند عالم کی نہ فعلی شہادت ہے نہ قولی تو حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل ہے

ان دونوں عبارتوں میں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالنبی میں کمزوری کی جھلک پوری طرح موجود ہے مستفسر کا خیال ہے کہ رسول اپنے ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر بات کرتے ہیں اور آن کا طرز عمل مثل

معمولی لوگون کے جذبات کے تحت مین ہوتا ہے اُن کو یہ معلوم نہین کہ پیغمبر کی زبان زبان وحی اور ترجمان خدا ہوتی ہے اور اُسکا ہر فعل باری تعالیٰ کے منشاء کا تابع ہوا کرتا ہے ،

معلوم نہین مستفسر نے جعل آلہی اور خدا کے نص قولی کے معلوم کرنے کا کون سا ذریعہ قرار دے لیا ہے کیا وہ براہ راست کشف والہام کے ذریعہ سے خداوند عالم کی نص کو معلوم کرنے کے آرزومند ہین؟ درحقیقت امامت کا مدار جعل آلہی پر ہے لیکن جعل آلہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ رسول کا قول یا اُن کا عمل ہے ، مرادات آلہیہ کا ظہور نبی کی زبان سے قرآن کی صورت مین ہو یا غیر قرآن بہر صورت واجب الاتباع ہے ، اور اسی لئے نص خدا و نص رسول دونون کا اعتبار کیا گیا ہے نص خدا سے مراد قرآن اور نص رسول سے مراد حدیث نبوی ہے ۔

انبیا ایسے اہم معاملات کو صرف اپنے ارادہ و اختیار سے انجام نہین دیا کرتے تھے ابراہیم کا اپنی ذریت کیلئے استدعائے امامت کرنا خود اسکی دلیل ہے ، دراین صورت اگر پیغمبر کسی کے متعلق امامت و خلافت کا اعلان کردے تو معلوم ہوگا کہ وہی خدا کی جانب سے اس منصب عظیم کے لئے مقرر ہوا ہے

حق تعالیٰ سبحانہ نے قرآن مجید مین (وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ) فرماکر رسالتمآب کے ہر قول کو مرضی آلہی کا آئینہ بنادیا ہے

اور مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی لکھکر اُنکے فعل کو اپنی طرف منسوب کردیا ہے۔

کاش اگر مستفسر کو قرآنی نصوص پر نظر ڈالنے کا موقع نہ تھا تو وہ قادیاں کے امام اور مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے تصریحات پر ایک نگاہ ڈال لیتے۔

ملاحظہ ہو کتاب "التبلیغ" مطبوعہ مطبع کواپریٹو سٹیم پریس لاہور باہتمام جماعت احمدیہ نمبر صفحہ طبع اول ۲۱۰

الا یعلمون ان الذین یرسلون من
لدن ربہم لا یحتاجون الی بیعۃ
احد وہم من ربہم یتعلمون وکل
علم منہ یاخذون بہ یبصرون
وبہ یسمعون وبہ ینطقون
لیسکن فیہم روح اللہ فہم بروحہ
یتکلمون وبہ ینورون کل من سلم
نظم فطرتہ وبالہ یفیضون وبہ
یطلعون علی کنوز العلم ولیقیمون
حجۃ اللہ علی کل من لج بالانکار

کیا ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ
جو اپنے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں کسی
کی بیعت کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ خدا
سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہر علم کو اُسی
سے اخذ کرتے ہیں خدائی علم کے ذریعہ سے
دیکھتے اور اُسی کے ذریعہ سنتے اور اسی ذریعہ
سے بات کرتے ہیں اور خدا کی روح اُنکے
اندر ساکن ہو جاتی ہے پھر تو وہ اُسی کی روح
کے ذریعہ کلام کرتے ہیں اور اُسی کے واسطہ
سے ہر اس شخص کو جسکی طینت خوب ہے

الحق وجوہ ومن اللہ ینصرون | روشنی بخشتے اور اسی کے سبب سے
یودع اللہ صدورہم معارف | فیض پہونچاتے اور اسی کے واسطے علم کے
القران ویظہرہم علی نوادر وقائع | خزانوں پر اطلاع حاصل کرتے اور خدا کی
الزمان ویعطیہم شیئا مالا یعطی | حجت کو ہر اُس شخص پر جو حق کے انکار
غیرہم وہم من غیرہم یمازون | مین پورا زور صرف کرے تمام کرتے ہین

اور خدا کی طرف سے اُنکی مدد ہوتی ہے خدا اُنکے سینون مین قرآنی معارف کو ودیعت کر دیتا اور اُن کو زمانے کے انوکھے واقعات پر اطلاع دیتا انکو ایسی شے عطا کرتا ہے جو انکے غیر کو نہیں ملی اور اسی کے سبب سے وہ اپنے غیر پر امتیاز حاصل کرتے ہیں "

اس صورت مین رسول کے قول یا فعل کو مرضی الٰہی سے علیحدہ فرض کرنا مستفسر کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے "

قرآن سے نص رسول کا اعتبار

" امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہی پھر اس باب میں نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے" اس کے جواب کی ذمہ داری قرآن پر ہے کیونکہ اسمیں صریحی طور سے ارشاد ہوتا ہے۔

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی | کسی مومن اور مومنہ کے لئے جبکہ

اللہ ورسولہ امراان یکون لہم الخیرۃ من امرہم سبحانہ وتعالے عما یشرکون۔ | خدا اور اسکا رسول کسی بات میں فیصلہ کردیں، یہ حق نہیں ہو کر وہ اپنے معاملہ میں اپنے اختیار سے کام لیں پاک ہے خدا اور بلند ہے اس

بات سے کہ اسکا کوئی ساجھی او شریک ہو۔

دیکھو قرآن نے نص خدا کے ساتھ نص رسول کا اعتبار کیا ہے۔ اس میں ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہیں۔

احادیث نبویّہ کی توہین

اس موقع پر مستفسر نے بڑی جرأت سے کام لیا ہے وہ تمام احادیث نبویہ کو قصہ وافسانہ جات کا مجموعہ فرض کرکے درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دینا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴ "شیعہ قرآنی آیتوں کو فسانوں کے ضمیمہ جوڑ کر اثنا عشری امامت کے لئے نص بنا لینا ضروری جانتے ہیں۔"

ص۹ "حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل کیا ان فسانہ طرازیوں سے یہ صداقت حقہ تبدیل ہو جائیگی الخ۔"

ص۱۰ "اثنا عشری امامت کو ایمانیات میں داخل کرنے کے لئے فسانوں کے ضمیمے مہیا کرنے کے ساتھ ہی نئے لغت ایجاد کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہو"

رہا غدیری فسانہ سورہ منطوق آیت تو ہے نہیں لہذا اُس کو اثنا عشری امامت
کی نص وہی لوگ مانین گے جو قصے کہانیون کو نص خدا سمجھتے ہیں ۔"

ص ۱۳ "کیا شیعہ انھین افسانون کو کلام الٰہی سمجھتے ہین جنکو اثنا عشری
امامت کا ماخذ بنا رکھا ہے کیا شیعی ایمان بالکتاب کے معنی یہی ہین کہ قرآنی
آیتون مین کہانیون کے پیوند لگاکر ایسوں کی امامت کا اصول ایمان مین داخل
ہونا ضروری بنا لیا جائے جنکا کچھ اشارہ بھی قرآن مجید مین نہین ہے ۔"

ص ۱۴ "شاعرانہ تخیل آفرینیون اور فسانون کی رنگ آمیزیون سے اگر تمام
فرقان مجید کو اثنا عشری امامت کا تہنیت نامہ بنا لیا جاے فلا مانع لہٗ ۔"

مستفسر صاحب قصص اور افسانون کی لفظ کہکر احادیث کی وقعت کو کم کرنا
چاہتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قصہ یا افسانہ گو وہ کتنا ہی صحیح اور متواتر
کیوں نہ ہو ماننے پر طیار نہین ؛

اُنکو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کے سات ابواب مین سے ایک مستقل باب
قصص کا ہے اور اُسکے سورون مین سورۂ قصص مشہور و معروف ہے ۔

احادیث کو قصص و حکایات مین داخل کرکے اُنکی وقعت کو گھٹانا سوء تدبر
کی دلیل ہے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

فاقصص القصص علیہم لعلہم یتذکرون ۔ — اے رسول ان کے سامنے قصہ و حکایات بیان کرو شاید انکو خدا کی یاد آئے ۔

اور خود اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

نحن نقص علیک احسن القصص — ہم تمہارے سامنے بہترین قصہ و حکایات بیان کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

منھم من قصصنا علیک ومنھم لم نقصص علیک — ان انبیاء میں سے کچھ ایسے ہیں جنکا قصہ ہم نے تم سے بیان کیا ہے اور بعض ایسے ہیں جنکا قصہ بیان نہیں کیا۔"

اخبار متواترہ سے جو واقعات و حقائق ثابت ہو چکے ہیں اونکا صرف افسانہ کہکر انکار کرنا عاجزی اور واماندگی کی علامت ہے۔

سلف صالحین اور صدر اسلام سے اسوقت تک کے صحابہ و تابعین، تبع تابعین، علمائے فقہ و رجال، ائمہ حدیث و تفسیر، حفاظ و جامعین سنن و صحاح کیا سب قصہ گو اور فسانہ نویس تھے اور جبکہ انکے نقل کئے ہوئے اخبار و احادیث کسی وقعت کی نظر سے دیکھنے کے مستحق نہیں تو انکا ذاتی آراء و خیالات کے تحت میں کسی کی خلافت پر اجماع کب قابل قبول ہو سکتا ہے۔"

احادیث کے متعلق مرزا صاحب کا خیال

احادیث صحیحہ کے انکار اور اپنے منشاء کے خلاف اخبار کو پس پشت

ڈالنے کی بنیاد علمی حیثیت سے اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرار دیدی تھی لیکن خود اپنی تصریح کے مطابق وہ احادیث کو حقائق اسلام کا خزانہ دار اور معارف حقہ کا سرچشمہ سمجھتے ہین اور قرآن کے خلاف نہونے کی شرط کے ساتھ وہ احادیث کو سرآنکھون پر رکھنے کے لئے طیار ہین اگرچہ انکا عمل قول کے ساتھ مطابقت نہین رکھتا ۔

وہ اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۳ میں رقمطراز ہین "

انا لا ننظر الی الاحادیث بنظر	ہم احادیث کو استحقار و توہین کی نظر
الاستخفاف والتوهین بل نحن	سے نہین دیکھتے ہین بلکہ ائمہ محدثین کا انکے
نشکر ائمة المحدثین ونحمدهم علی	مساعی پر شکریہ ادا کرتے اور انکی حمد
سعیهم ولا شک ان للاحادیث	وثنا کرتے ہیں اور اس میں شک نہین
شانا عظیما وهی حاملة لتواریخ	کہ احادیث کا بڑا مرتبہ ہے اور وہ تواریخ
الاسلام ولاکثر مسائل الدین	اور بہت سے مسائل وجزئیات دین کی
وجزئیاته ونعظمها ونعزها ونقبلها	حامل ہین اور ہم انکی تعظیم اور اعزاز کرتے
بالراس والعین ولکنا لا نقدمها	ہین اور انکو بسر وچشم قبول کرتی ہین لیکن
علی کتاب الله الامام المهیمن واذا	بیشک ہم انکو کتاب خدا پر مقدم نہین کرتی اور جب
تخالف الحدیث والفرقان فی امر	حدیث وقرآن مین کسی قصہ کی بابت خلاف ہو تو
من القصص فنشهد الثقلین	ہم تمام جن وانس کو گواہ کرتے ہیں کہ

انا مع الفرقان ولا نبالی طعن	ہم قرآن کے ساتھ ہین اور طعنہ زنی
الطاعنین ونعلم ان الخیر کلہ	کرنے والون کے طعن کی کوئی پروا نہین کرتے
والسلامۃ کلہا فی جعل القرآن	اور یقین رکھتے ہین کہ خیر وسلامتی پوری
معیار المثل ھذہ الاخبار	اسی مین ہی کہ قرآن کو ان اخبار کا معیار
فالقانون الصحیح العاصم من	قرار دین لہذا صحیح اور غلطی سے محفوظ
الخطأ ان نعرض کل قصۃ علی	رکھنے والا قانون یہی ہے کہ ہم ہر قصہ
القرآن فان کان ذکرھا فی القرآن	کو قرآن کے سامنے پیش کرین، اگر اُسکا
او ذکر امر یشا بہہا فیقبل	ذکر قرآن مین ہو یا کسی ایسے امر کا ذکر
ویومن بہ ویعتقد علیہ وان لم	جو اُسکے مشابہ اور ہم صورت ہو تو اسکو
یوجد شبیہہ فی القرآن لا فی	قبول کر لیا جائے اور اُس پر ایمان و
ھذہ الامۃ ولا فی امم اخری بل	اعتقاد رکھا جائے اور اگر اُسکی شبیہ قرآن
یوجد فیہ شیئ یعارضہ فمن	مین دستیاب نہو نہ اس امت کے اندر
الواجب ان لا یقبل ھذہ القصص	اور نہ پچھلی امتون مین بلکہ اُسمین کوئی
الا فی ذی التاویل ۔	ایسی چیز پائی جائے جو اُسکے معارض

ومخالف ہے تو ضروری یہ امر ہے کہ ان قصون کو تسلیم نہ کیا جائے لیکن تاویل و توجیہ کے لباس مین۔

مستفسر صاحب کو اس عبارت سے سبق لینا چاہیئے اس سے چند باتین مستفاد

ہوتی ہین۔

(۱) احادیث تحقیر و توہین سے دیکھنے کے مستحق نہین بلکہ سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہین۔

(۲) ان احادیث مین اسلام کے مستند تاریخی واقعات اور مسائل و احکام دینیہ محفوظ ہین، (صرف افسانہ جات اور حکایات کا مجموعہ نہین)

(۳) حدیث اور قرآن مین جب مقابلہ ہو تو قرآن مقدم ہے۔

(۴) خبر کی صحت کا معیار یہ ہے کہ جس امر کو وہ بتلاتی ہو خود وہ یا اُسکے مثل و نظیر موجودہ امت مین ہو یا امم سابقہ مین قرآن مجید کے اندر مذکور ہو۔

(۵) اگر حدیث سے جو امر مستفاد ہے اُسکی نظیر کسی طرح قرآن مین مذکور نہین بلکہ اُس کے خلاف قرآن کے اندر ہے تو پھر بھی حدیث کو غلط کہکر رد نہین کر دیا جائیگا بلکہ اُس کی توجیہ و تاویل کی جائے گی، ہم کو اس معیار کے صحت و سقم سے کوئی کام نہین لیکن صرف آنا چاہتے ہین کہ امامت اثنا عشر کے احادیث صحیحہ کو اس معیار پر جانچ کر مستفسر کو دکھلا دین کہ یہ احادیث صرف تخیلات و افسانہ جات نہین ہین ؎

امامت ائمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر

پہلی نظیر ولقد اخذ اللّٰہ میثاق   اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے

بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا (مائدہ پ ٦)	عہد وپیان لیا اور اُن میں بارہ نقیبوں کو مقرر کیا؛

امت سابقہ یعنی بنی اسرائیل میں ہدایت کے لئے جناب باری کی طرف سے بارہ نقیب مقرر کئے گئے تھے جنکی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد وپیان لیا گیا تھا۔ امت مرحومہ کو بہت کچھ مشابہت بنی اسرائیل سے حاصل تھی جسکو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ لتتبعن بنی اسرائیل حذو القذۃ بالقذۃ حتی انھم لو دخلوا فی جحر ضبٍّ لدخلتموہ جس طرح تمام حالات میں اس امت کو بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت رہی اُسی طرح خلافت وامامت کے باب میں بھی مطابقت کا لحاظ رکھا گیا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تصریح کے ساتھ اس نکتہ کو بیان فرمایا؛

عن الشعبی عن مسروق قال	مسروق کی زبانی نقل ہے کہ ایک
بینا نحن عند ابن مسعود نعرض	روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے
مصاحفنا علیہ اذ قال لہ فتی ھل	اپنے قرآنوں کو پیش کر کے تصحیح
عھد الیکم نبیکم کم یکون	کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان
من بعدہ خلیفۃ قال انک	نے ابن مسعود سے پوچھا آیا تمھارے
لحدیث السن وان ھذا الشیٔ	نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے تبلایا

ما سالنی عنہ احد قبلک نعم	کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہونگے؟ ابن
عہد الینا نبینا صلی اللہ علیہ	مسعود نے کہا کہ تم تو کمسن ہو، اور یہ
وسلم انہ یکون بعدہ اثنا عشر	سوال ایسا ہے کہ تمھارے قبل کسی نے
خلیفۃ بعدد نقباء بنی اسرائیل	مجھ سے اسکو نہیں پوچھا تھا، ہاں
(مودۃ القربیٰ للسید علی الہمدانی	بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ
وینابیع المودۃ،	عہد و پیمان قرار دیا ہے کہ آپ کے بعد
(طبع اسلامبول ص ۴۴۵)	نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق

بارہ خلیفہ ہونگے۔

اس قسم کی روایتیں جنمیں خلفائے اثنا عشر کا تذکرہ ہے صحاح و مسانید مین کثرت کے ساتھ ہین صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، حمیدی وغیرہ میں متعدد الفاظ کے ساتھ اسکو نقل کیا گیا ہے۔

لا یزال الدین قائما حتی تقوم	ہمیشہ دین قائم رہیگا یہان تک
الساعۃ ویکون علیھم اثنا	کہ قیامت آئے اور تمام لوگون کے
عشر خلیفۃ کلھم من	رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب
قریش (صحیح مسلم)	قریش سے ہونگے۔

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر مین بارہ خلفاء ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسولؐ سے روز

قیامت تک کی مجموعی مقدار کہ جسمیں دین کا قیام و بقاء رہے پورے بارہ خلفا کی خلافت پر منقسم ہے خصوصًا جب اُسکے ساتھ ضمیمہ ملایا جاتا ہے سنن ابی داؤد کی روایت کا کہ

لایزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش	ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جبتک کہ بارہ خلفاء کا سلسلہ باقی ہو جو سب قریش سے ہیں۔

اور صحیح بخاری اور مسلم کی دوسری حدیث :-

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔	لوگوں کا دین اُسوقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک بارہ خلفاء اُنکے والی ہیں کہ جو سب قریش سے ہونگے۔

اور تیسری روایت :-

ان ھذا الامر لاینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش	یہ امر دین منقضی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گذر نہ جائیں جو سب کے سب قریش سے ہیں۔

ان اخبار سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقاء ان خلفاء کے دم تک ہے اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقاء روز قیامت تک ہے اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کو وفات رسول سے لیکر

قیامت تک کی مجموعی مدت میں موجود رہنا چاہیئے، تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر اس وقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنوں تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل

"آن قدح بشکست و آن ساقی نماند"

کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا اگر رسولؐ کے کلام میں سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھتے ہو تو تم کو یہ اخبار ائمہ اثناعشر علیہم السّلام کی خلافت حقہ کے لئے نص صریح نظر آئیں گے:

اور چونکہ ائمہ اثناعشر کی امامت و خلافت کی نظیر قرآن مجید کے اندر نقبائے بنی اسرائیل کی صورت میں موجود ہے لہذا جناب مرزا صاحب قادیانی کے معیار کے مطابق تم کو ان اخبار کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

دوسری نظیر۔ ولقد اٰتینا موسے الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھٰرون وزیرًا (فرقان پ ۱۹)	ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور انکے ساتھ انکے بھائی ہٰرون کو وزیر قرار دیا۔
قال ربّ اشرح لی صدری و یسّر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی	(موسیٰ نے) کہا کہ بار آلٰہا میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرے معاملہ کو آسان اور میری زبان کی گرہ کو کھولدے کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے کنبہ میں سے وزیر قرار دے میرے بھائی ہٰرون کو

اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری ۔ اُسکے ذریعہ سے میری پشت مضبوط
کے نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا ۔ کردے اور میرے کام مین اُسکو میرا
انک کنت بنا بصیرا قال قد ۔ شریک بنا تاکہ ہم دونو کثرت سے
اجبت سؤلک یا موسیٰ (طہ پ ۱۶) ۔ تیری تسبیح کرین اور تیری یاد کرین تو
تو ہمیشہ سے ہماری حالت کا نگران رہا ہے خدا نے فرمایا اے موسیٰ مین نے
تمھاری خواہش کو قبول کیا ؛

ان آیات کی مطابقت سے جب انت منی بمنزلتہ ھرون
من موسیٰ کی متواتر و متظافر حدیث کو دیکھا جاتا ہے تو علی بن ابی طالبؑ
کی وزارت و وصایت مثل آفتاب کے روشن نظر آتی ہے اور چونکہ اُسکی
نظیر قرآن مجید مین موجود ہے تو مرزا صاحب کو بھی اس حدیث شریف کو
سر آنکھون ہی پر رکھنا پڑیگا ۔

تیسری نظیر ولقد ارسلنا نوحًا ۔ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور
وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ ۔ اُنکی ذریت مین نبوت و کتاب
والکتاب (حدید پ ۲۷) ۔ کو قرار دیا ۔

رسالتمآبؐ کے لئے رسالت و نبوت و امامت تینون درجہ حاصل تھے
لیکن نبوت و رسالت حضرت کی ذات پر ختم ہونے والی تھی اور (ولکن
رسول اللہ وخاتم النبیین) کی مہر نے اسکی فہرست کو ختم کردیا تھا مگر امامت

کے بقاء و دوام کا کوئی مانع نہ تھا، باری تعالیٰ نے امامت کو وصایت و خلافت
کی صورت مین رسول کی ذریت کے لئے قرار دیا ائمہ اثناعشر کے لئے امامت و
وصایت کے تمام احادیث مذکورۂ بالا آیت سے کمال مطابقت رکھتے ہین۔
مذکورہ شواہد ونظائر کو دیکھتے ہوئے مرزا صاحب کے صریحی معیار کے مطابق
مستفسر صاحب کو امامت امیرالمومنین و ائمہ معصومین کے احادیث کو قصۂ و افسانہ
سمجھنے کا کوئی حق نہیں ہے،

امامت کے متعلق قرآنی ادلہ

پہلی آیت، واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین (بقرہ پ۱)

جبکہ ابراہیم کا اُنکے پروردگار نے کچھ باتون کے ساتھ امتحان لیا اور اُنھون نے اُنکو پورا کردیا تو خدا نے فرمایا کہ مین تم کو لوگون کا امام بنانیوالا ہون اُنھون نے کہا اور میری ذریت مین سے، ارشاد ہوا کہ ہان مگر میرا عہدہ ظالمین تک نہیں پہونچیگا۔

قرآنی محاورہ مین ظالم کا اطلاق عاصی پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے
نفس کو مستحق عقوبت بنا کر اُس پر ظلم کرتا ہے ملاحظہ ہون آیات ذیل
ومن یتعدّ حدود اللہ فاولٰئک — اور جو اسکی معین کی ہوئی حدون سے

هم الظالمون (بقره) — تجاوز کریں وہی لوگ تو ظالم ہیں،

ومن یتعد حدود الله فقد ظلم — اور جس شخص نے اللہ کی معین کی ہوئی

نفسه (طلاق) — حدون سے تجاوز کیا تو اوس نے

یقیناً اپنے نفس پر ظلم کیا۔

لا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا — اور اُن (مطلقہ عورتون) کو تکلیف

ومن یفعل ذلك فقد ظلم نفسه (بقره) — پہونچانے کے لئے نہ روکتا کر پھر اُنپر

زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کرے گا تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس پر ظلم کریگا۔

فبدل الذین ظلموا قولا غیر — تو جو بات اُن سے کہی گئی تھی اُسے

الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین — اُن ظالمون نے بدلکر دوسری بات

ظلموا رجزا من السماء بما کانوا — کہنی شروع کردی تب ہم نے ان لوگون

یفسقون (بقره) — پر جنھون نے ظلم کیا تھا اُن کی بدکاری

کی وجہ سے آسمانی بلا نازل کردی،

دخل جنته وهو ظالم لنفسه — اور وہ اپنے باغ مین جا پہونچا حالانکہ

(کهف) — (اپنے کفر کی وجہ سے) وہ اپنے نفس

پر ظلم کر رہا تھا۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا — پھر ہمنے اُن لوگون کو کتاب کا وارث بنایا جنھین

من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه — اپنے بندون مین سے منتخب کیا کیونکہ اُنمین سے کچھ تو اپنے

ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن الله (فاطر)

نفسون پر ستم کرتے ہین اور کچھ اُن مین سے میانہ رو ہین اور کچھ اُن مین سے اذن خدا نیکیون مین سبقت کرنے والے ہین۔

فمن افتری علی الله الکذب بعد ذلك فاولٰئك هم الظالمون (آل عمران)

پھر اُسکے بعد (بھی) جو شخص اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے تو ایسے لوگ یہی لوگ ظالم ہین۔

لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون (آل عمران)

اے رسول تمھارا اس امر مین کچھ بس نہین چاہے اللہ اُنکی توبہ قبول کرے چاہے اُن پر عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ضرور ہین۔

ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او کذب بایاته انه لا یفلح الظالمون (انعام)

اور کون اوس شخص سے زیادہ ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا اُسکی نشانیون کو جھٹلائے یاد رکھو کہ ظالم نجات پانے والے نہین ہین۔

فلما نسوا ما ذکروا به انجینا الذین ینهون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما

پھر جب وہ لوگ اُس نصیحت کو بھول گئے جو انہین کیگئی تھی (تو) ہمنے اُن لوگون کو نجات دیدی جو لوگون کو بری باتون سے روکتے تھے

کانوا یفسقون (اعراف) اور وہ لوگ جو ظالم تھے اُن کو اُنکی بد چلنی کی وجہ سے بڑے عذاب میں گرفتار کر لیا۔

قال امّا من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و امّا من اٰمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا (کہف)

ذوالقرنین نے کہا کہ جو شخص ظلم کرے گا تو ہم اوسکو سزا دینگے پھر اپنے پرور دگا کے سامنے پلٹایا جائیگا اور وہ اُسے بہت بری سزا دیگا اور جو شخص ایمان لے آئیگا اور اچھے کام کرے گا تو اُس کے لئے اچھے سے اچھا بدلا ہے اور ہم بہت جلد اُسے اپنے کاموں میں سے آسان کام کرنے کو کہیں گے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص معصیت خدا بجا لائے اُسکا ظالمین کی صف میں داخل ہونا لازمی ہے اور جو شخص کسی وقت ظالم ہو گیا اُسکو نص الٰہی امامت کسی وقت پہونچ نہیں سکتی، اسکا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ امامت اُن اشخاص کے لئے مخصوص ہے جو اپنی حیات کے تمام اجزا میں معصیت خدا سے علیحدہ رہیں اور ایسی ہی ہستیوں کو معصوم کہا جاتا ہے اور چونکہ عصمت و طہارت کا مرتبہ بنص خدا و رسول بعد رسالت مآبؐ ہمارے ائمہ معصومین کے لئے ثابت ہے اور اُن کے غیر سے باجماع امت منتفی لہذا امامت انھیں کا مخصوص حق ہو سکتا ہے۔

اس تقریر سے مستفسر کے اس اعتراض کا جواب ہو جاتا ہے کہ "اس

آیت میں جناب نے جو من ذریتی کو اثنا عشری امامت کی نص بنائی ہے تو کیا ظالمین کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ذریت ابراہیم کا انحصار صرف انھیں دوازدہ میں رہ جاتا ہے اور ان بارہ کے سوا تمام ذریت ابراہیم ظالمین میں داخل ہے ؟" اسکے علاوہ دیگر اعتراضات مستفسر کے جو اس آیت کے متعلق ہیں انکا جواب مفہوم امامت کی تشریح کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔

دوسری آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ — اے رسول تبلیغ کرو اس چیز کی جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو اسکی رسالت کو پہونچایا ہی نہیں۔

ابن حاتم، ابوبکر نقاش، ثعلبی، ابن عساکر، ابن مردویہ، صاحب فتح البیان، امام رازی، نیشاپوری، مورخ حبیب السیر، حافظ ابونعیم، عینی شارح صحیح بخاری، امام واحدی، حافظ سیوطی، نظام اعرج، برہان الدین وغیرہ کے تصریحات کے مطابق یہ آیت امامت امیر المومنین کے متعلق وارد ہوئی ہے،

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہوئی تو دین بالکل بیکار ہے گویا کوئی حکم پہونچا یا ہی نہیں گیا اور اصول دین کے معنی یہی ہیں کہ ایسا عقیدہ ہو جس کے نہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں اس موقع پر

مستفسر کی سمجھ مین بالکل نہین آیا ہے کہ وہ کیا جواب دین ما انزل کے کونسے معنی ایسے تراشیں کہ وہ امامت امیرالمومنینؑ کی دلیل باقی نہ رہے لہذا گھبرا کر کہا ہے کہ "اس آیت مین رسول اکرم صلعم کو ما انزل کی تبلیغ کے لئے مامور کیا گیا ہے جو رسالت کی اصلی غایت ہے اور ما انزل الی الرسول صرف کتاب حمید اور فرقان مجید ہے"۔

اس عجیب و غریب لطیفہ کی داد دیے بغیر دل نہین مانتا، رسولؐ ابتدائے زمانِ وحی سے لیکر آخر تک قرآن کی تبلیغ کرتے رہے اور قرآن کی ایک ایک آیت کو امت تک پہونچایا پھر جبکہ رسولؐ کی عمر آخری حدود تک پہونچے تو حجۃ الوداع سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب یہ تہدید آمیز خطاب آ ئے کہ ہان رسول قرآن کی تبلیغ کرو اور اگر قرآن کی تبلیغ نہ کی تو تم نے کچھ کیا ہی نہین، کیا رسول نے اب تک قرآن کی تبلیغ نہین کی تھی اور کیا قرآن کوئی ایسی چیز تھا کہ ایک وقت مین اُسکی تبلیغ کا حکم اس تہدید آمیز لہجہ مین دینا پڑا اور پھر لطف تو اس فقرہ مین ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کیا رسالتمآبؐ کو قرآن کی تبلیغ میں لوگون کا خوف تھا اور تبلیغ سے لرزلرز کر رہ جاتے تھے، اگر قرآن کے معنی مستفسر ہی صاحب کے مذاق کے مطابق بیان کئے جائین تو اُسکا اعجاز تو تشریف لے گیا، وہ ایک مہمل بے موقع غیر مربوط کلام کا مجموعہ ہو جائے گا،

دوسرا اعتراض مستفسر صاحب کا یہ ہے کہ یہ آیت بغیر قصہ وافسانہ جات کے ضمیمہ کے امامت امیر المومنین علیہ السلام کو ثابت نہین کر سکتی، اسکا جواب سابق مین گذر چکا ہے اخبار صحیحہ اور احادیث معتبرہ کو قصہ وحکایت کہکر پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا اسلام کی کوئی اچھی خدمت نہین ہے۔

تیسری آیت الیوم اکملت لکم	آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا
دینکم واتممت علیکم نعمتی	اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمھارے
ورضیت لکم الاسلام دینا	لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

امامت علی کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب اور ابن جریر طبری مورخ نے اور علامۂ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابو نعیم اور ابن مغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہین، جیسا کہ ہم سابق مضمون مین لکھ چکے ہین امامت کے اعلان سے پہلے دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو کہ ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے اس آیت کے جواب مین مستفسر صاحب کو سوائے اس لفظی گرفت کے کچھ بن نہین پڑا ہے کہ

"الواعظ مین کئی بار جناب خود ہی تصریح فرما چکے ہین کہ اثنا عشری امامت اصول مذہب تشیع ہے نہ اصول دین اسلام اور آیت ہذا دین اسلام کے متعلق ہے نہ مذہب تشیع کے متعلق پس اثنا عشری امامت جو منجملہ اصول تشیع ہے آیت ہذا سے کیونکر مدار ایمان بنگئی" ولیکن اسکا تفصیلی بیان سابق مین گذر چکا ہے اصول دین اصول مذہب سے کوئی مغائر اور جداگانہ چیز نہین ہین بلکہ جنکو اصول مذہب کہا جاتا ہے وہ حقیقۃً اصول دین ہین

مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حقہ امیر المومنین کا اعتراف

کتاب التبلیغ صفحہ ۶۴ مین مرزا صاحب اپنے مکاشفات والہامات کے سلسلہ مین لکھتے ہین :-

رایت فی منام آخر کانی صرت علیا ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ والناس یتنازعوننی فی خلافتی وکنت فیہم کالذی یضام ویمتھن ویغشاہ ادران الظنون وھو من المبرئین فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیّ فکنت

مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا کہ گویا مین علی ابن ابی طالب ہوگیا ہون اور لوگ مجھسے میرے خلافت کو چھیننا چاہتے ہین اور مین انکے درمیان مین مثل ایک مظلوم اور مجبور شخص کے ہون کہ جس پر طرح طرح کے گمان کئے جائین اور وہ بالکل بری ہو اُسوقت نبی نے میری طرف

احال نفسی انثی منہ بمنزلتہ	نظر ڈالی اور مین اپنے تئین خیال
الابناء وھو من اباۓ المکرمین	کر رہا ہون کہ حضرت کی اولاد کے
فقال وھو متحنن یا علی دعھم	بجاۓ ہون اور حضرت میرے لئے
وانصارھم وزسواعتھم	بمنزلہ آبا رکے ہین حضرت نے مہربانی
فعلمت فی نفسی انہ یوصینی	کے ساتھ فرمایا اے علی ان لوگون کو اونکے مددگارون
بصرف الوجہ الخ	کو اور آپکی کھیتی باڑی کو چھوڑ دو اوسوقت

مین نے اپنے دل مین یقین کیا کہ حضرت مجھ کو ان لوگون سے منہ پھیر لینے کا حکم دیتے ہین۔

اس عبارت سے امیر المومنین ؑ کا استحقاق خلافت اور لوگون کا حضرت سے اُسکو بجبر و ظلم چھیننا اور حضرت کا صرف رسالتمآب ؐ کی وصیت پر عمل کر کے جدال وقتال سے ہاتھ روکنا صاف ظاہر ہے۔

مری باری آئی

ابھی تک مستفسر صاحب نے جدہ صفحہ میں جو گلِ افشانی کی تھی وہ جناب مدیر الواعظ کے مقابلہ سے تعلق رکھتی تھی اور الحمدللہ ہم نے سابقہ بیانات میں ثابت کر دیا کہ جتنے اعتراضات بھی کیۓ گۓ وہ بے بنیاد اور کمزور ہی در ہوا تھے؛ اب میرے مقالہ پر نظر توجہ و التفات کی نوبت آئی۔

مستفسر صاحب نے مجھ غریب پر بڑا احسان کیا ہے کہ بادل ناخواستہ چار ناچار جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے اُسکو تسلیم کر لیا ہے۔

طبعزاد کلیہ

مستفسر کو مجھ سے یہ شکایت ہے کہ میں نے اپنے دل سے سوال کی صورت مین یہ کلیہ تراشا ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو وہ اصول دین مین داخل ہے اور پھر خود مین نے اسکو اختراع کر کے چند آیتون کی رو سے نادرست ٹھرایا ہے۔

لیکن مستفسر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کلیہ ہمارا طبعزاد اور دل بخواہ نہ تھا، بلکہ وہ اُنکے ہم خیال یا ہم مشرب ہم مذاق قادیانی مذہب کے ذمہ دار داعی و مبلغ مرزا احسام الدین صاحب کے اشتہار سے مستفاد تھا اور چونکہ اُسی اشتہار کا جواب دیا جارہا تھا لہذا اس کلیہ کے بطلان کو واضح کر دینا ضروری تھا اور یہی سبب ہے کہ سابق مشتہر صاحب کو باوجود پورے جوش و خروش کے پھر جواب کی جرأت نہوئی آپ بھی ہمارے پر طاقت ادلہ کو دیکھکر اس کلیہ کے بطلان کو اس حد تک تسلیم کر چکے ہین کہ روادار نہین وہ آپ کے کسی ہم مذہب کی طرف منسوب کیا جائے ملاحظہ ہو فاضل مشتہر صاحب اپنے اشتہار ۱۴ رجنوری ۲۸ء مین رقمطراز ہیں :-

" قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اسپر ایمان

لانے کی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں۔ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ
معاد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انہی پانچ چیزون کو قرآن کریم
نے بتایا ہے اور انہی پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جس کو خدائے تعالے
فرماتا ہے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدو۔ لیکن اس ایمان
کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالٰی نے فقد ضلّ ضلالا بعیدا
فرمایا ہے۔ اب اسکے علاوہ اگر کوئی اور چیزون پر ایمان رکھے وہ سب کے سب
بیکار و حبط ہونگے جیسا کہ خدائے تعالٰی فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط
عملہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین
کے خلاف ایمان کو یون تعلیم فرماتے ہیں توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت
نبی کریم صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اوسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی
جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت
فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔

اس عبارت سے چند باتین صاف ظاہر ہیں:۔

(۱) توحید رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، یہ پانچ چیزین شہر کے نزدیک اصول
دین ہین کیونکہ ان پر ایمان کا حکم قرآن میں ہے (معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار
یہی ہے کہ قرآن مین اوسپر ایمان کا حکم ہو)

(۲) قرآن نے انہی پانچ چیزون کو تبلایا ہے اور ان کے علاوہ کسی چیز پر ایمان کی ہدایت نہین کی ہے۔

(۳) اِن پانچ چیزون پر ایمان کے ساتھ کسی شے کا اگر اُنکے علاوہ ایمان رکھے تو اُسکے اعمال بیکار و حبط ہونگے۔

(۴) کسی غیر نبی پر ایمان صحیح و جائز نہین ہو سکتا،

(۵) نبی کریم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو آپ نے مذکورہٗ بالا اشیار کی ہدایت کی اور ایمان لانے والے کو سختی سے ہدایت کی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا،

ہم نے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے اُمور مذکورہ کا جواب مندرجۂ ذیل عنادین سے دیا۔

(۱) اِن پانچ چیزوں کو اصول دین ماننا اس بنار پر کہ اُنکے ایمان کا حکم قرآن مین ہے غلط ہے، اصول دین کا معیار یہ نہین کہ قرآن مجید مین جس شے کے ایمان کا حکم ہو وہ اصول دین مین داخل ہو، اس معیار کو باطل ثابت کرتے ہوئے ہم نے انیس آیتین قرآن کی پیش کی تھین جن سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن مین بہتیسے اشیار پر ایمان کا حکم ہے جو عامۂ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین،

(۲) یہ درست نہین کہ قرآن مین انہی پانچ چیزون پر ایمان کی ہدایت ہو بلکہ متعدد آیات سے انکے علاوہ پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے

(۱) غیب (۲) آیات آلہیہ یعنی معجزات و عجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الہیہ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے جائین تو معترض کی محنت پر بلکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین سے ثابت ہو جائے گی لیکن اسوقت ہم کہتے ہین کہ اگر غائب کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے تب بھی اُسکے عمومی مفہوم کے تحت مین امامت امام غائب داخل ہے اور جس طرح تمام غائب حقائق دینیہ پر ایمان ضرور ہے اُسی طرح امامت امام کا اعتقاد لازم ہے اسی طرح اتممت علیکم نعمتی کی دلیل سے امام نعمت خدا ہے اور اُس پر ایمان قرآن کے رو سے ضروری ہے"

(۳) قرآن مین یہ نہین ہے کہ اگر اس سے زیادہ اعتقاد رکھے تو اس کے اعمال حبط ہونگے بلکہ ان اشیار مین سے کسی کے اعتقاد کو ترک کرے تو حبط اعمال کا سبب ہوگا۔ ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے تصریحات سے ثابت کیا تھا کہ وہ مذکورۂ بالا اشیار کے علاوہ بھی بعض عقائد پر ایمان رکھتے تھے تو معترض کے معیار پر اُنکے تمام اعمال حبط ہونگے"

(۴) غیر نبی پر ایمان کا عدم جواز کسی دلیل سے ثابت نہین اور خود مرزا صاحب کے اقوال سے غیر نبی پر ایمان کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

(۵) احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مسلمان بنانے

وقت مذکورۂ بالا اشیاء کی ہدایت نہیں کی اور نہ یہ ہدایت کی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی پر ایمان نہ لانا۔

اب دیکھیئے کہ وہ معیار ہمارا طبعزاد تھا، یا آپ کے ہم خیال شتہر کے اقوال سے مستفاد؟ ہم کو مستفسر سے پوری ہمدردی ہے اور بے شک یہ معیار اس کا مستحق نہین کہ وہ اُنکے یا اُنکے کسی ہم مذہب کے قلم سے نکلے لیکن کیا کیا جائے لا یصلح العطار ما افسد الدھر۔

بہرحال اُس معیار کو جانے دیجیئے خود آپکا بیان کیا ہوا معیار کہ اصول دین کے لئے یہ ضرور ہے کہ اُن پر صریحی طور سے ایمان کی ہدایت ہو باین معنی کہ لفظ ایمان کا استناد اُسکی طرف ویسا ہی ہو جیسا ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح حکم دیا گیا ہو، یہ معیار بھی ہمارے گذشتہ بیان مین باطل ثابت کیا جا چکا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اس معیار کے مطابق توحید اصول دین سے خارج ہو جائے گی کیونکہ کہین ایمان بالتوحید کی لفظ قرآن مین نہین ہے اور اگر اس کو ایمان باللہ کے تحت مین داخل کیا جائے تو عدل بھی اُسکے ساتھ ساتھ ایمان باللہ کے تحت مین مندرج ہو گی اور امامت ایمان بما انزل علی النبی کے ذیل مین ہو گی، یقیناً آپ کے بعد کا آنے والا مشتہر آپ کے اس معیار کو بھی ہمارا طبعزاد کلیہ بتلائے گا، اور اُسکی صحت سے انکار کر یگا ہم اس سے خوش ہین آپ جو مطلب بھی ثابت ہو جائے اُس سے یہی کہکر دستکشی کیجیے کہ ہم نے ایسا نہین کہا تھا، رفتہ رفتہ حق سے قریب ہو جائیے گا اور انشاء اللہ

ایک وقت میں کہدیجیے گا "ہم نے کبھی نہیں کہا تھا کہ عدل و امامت اصول دین سے خارج ہے" اور یہی ہماری دلی آرزو ہے،

ہمارا معیار تسلیم

کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے مظلوموں سے عداوت ہے؟

خدا کی عمارت کس کس طرح ڈھا دی گئی

ہم نے اصول دین کا معیار یہ ثابت کیا تھا کہ "قرآن و حدیث سے جن جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہوا انپر نظر ڈالئے جن چیزوں پر احکام شرعیہ کا بجا لانا اور حقیقی طور سے انپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہیں اور بقیہ اصول دین سے خارج" اس کلیہ سے مستفسر صاحب بہت خوش ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور عدل کے اس کلیہ کی رو سے اصول دین میں داخل ہونے کا بھی بظاہر انکو اقبال ہے کیونکہ اسکے متعلق انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے"

امامت کے متعلق ہم نے جو ادلہ پیش کئے تھے انکے متعلق بھی انکے پاس کوئی خصوصی ایراد نہیں ہے لیکن انکا صرف ایک بہت بڑا اعتراض ہے جسکی

روسے وہ ان تمام قرآنی ادلہ، احادیث نبویہ سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہیں،
انکا خیال ہے کہ چونکہ ائمہ اثنا عشر ہمیشہ دشمنوں کے ظلم وجور کا نشانہ رہے اور
انکی امامت لوگوں نے تسلیم نہیں کی بلکہ انکو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں یہانتک
کہ خاتم السلسلہ حضرت حجت، کو پردۂ غیبت میں نہان ہونا پڑا لہذا یہ امام نہیں ہو سکتے
امام وہی تھے جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگین اور جن کے قیدخانہ
بے جرموں سے ملو اور جن کے مکانوں کی دیوار میں بجھیا سادات کے لہو سے
گارا بنا کر تیار کی جاتی تھیں۔ یعنی خدا کو ظالمین سے محبت ہے کہ وہ لاینال
عھدی الظالمین۔ کے وعدہ کے بالکل برخلاف امامت کے منصب کے لئے
انہی کو اختیار کر سکتا ہے اور مظلوموں سے اسکو بھی عداوت ہے کہ وہ انکو
اس عہدہ پر قرار نہیں دے سکتا،

چنانچہ مستفسر صاحب صہ۹ پر رقمطراز ہیں "سیاق آیت نے انما ولیکم کا
تاج ان الذین امنوا کو عطا فرمایا ہے جو فان حزب اللہ ھم الغالبون کے
خلعت سے ممتاز ہوئے یا ان درماندگان دشت مصائب کو جنکی مغلوبیت دنیوائی
پر اب تک غم کے آنسو بہائے جا رہے ہیں" صہ۱۰ کیا خدائے قادر ذوالجلال کے
اہتمام وانتظام کو ارباب تشیع ایسا ہی کنسج العنکبوت سمجھتے ہیں جو انسان
ضعیف البنیان کے ہاتھوں ہباءً منثورا ہو جائے اور کیا شیعوں نے حفظ اسلام
کے لئے جو بعد نبی عقلاً ضروری ہے ایسے ہی کو منجانب اللہ مامور مان لینا مدار

ایمان بنالیا ہے جو رسول کے بعد مخالفین و معاندین پر نہ مثل رسول کے
اپنا تسلط جما سکا اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور کردیے جانے سے بچا سکا
اور کیا مدبر السموات والارض علیم و حکیم نے ریاست عامۂ دینیہ و دنیویہ کا نظم
و نسق ایسے کو تفویض کردیا جسکے زیر سیادت اثنا عشری امامت و خلافت کا سلسلہ
ایسا پامال کردیا گیا کہ خاتم السلسلہ کو زاویہ خمول مین چھپ رہنے کے سوا کہین مفر نہ ملسکا
شیعوں کی اس حق کوشی کا مفاد امامت کی روپوشی کے سوا کیا ہوا۔ کیا دوازدہ
مین سے کوئی بھی سریر آرائے خلافت فی الارض ہوسکا ؟ مین ہمارے مضمون کا
جواب دیتے ہوئے لکھا ہے "غیب اور ہمانول کے معنی امامت ایجاد کرلینے سے
اگر کام چل سکتا تو اثنا عشری امامت اس طرح غائب کیون ہوجاتی کہ تا یوم معاد
نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی جائے، کیا خدائے قادر ذوالجلال کی بنائی ہوئی عمارت
انسانی ہاتھ مسمار کرسکتا ہے"

ہم سابق مین لکھ چکے ہین کہ امامت کسی سلطنت ہفت اقلیم اور حکومت جابرہ
و قاہرہ کا نام نہین ہے بلکہ وہ نبوت و رسالت کے مثل خدا کی جانب سے ایک مخصوص
منصب ہے جسکی رو سے تمام افراد بشر پر اُسکی اطاعت فرض و لازم ہوجاتی ہے۔
لوگون کا اطاعت نہ کرنا اور امام کو گوشۂ انزوا و خمول مین چھوڑ دینا
اُسکے واجب الاتباع اور پیشوائے مطلق ہونے مین قادح نہین جس طرح کسی نبی
یا رسول کی تکذیب اور اُسپر ایمان لانے والون کی قلت اُسکی رسالت و امامت

کے بطلان کی دلیل نہین،

انبیاء و رسل کے حالات دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوم و مقہور رہے۔

قرآن مجید مین ارشاد ہوتا ہے۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تہوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (بقرہ پ ۱)

جب بھی تمھارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لیکر آیا جو تمھاری نفسانی خواہشون کے مطابق نہ تھے تو تم نے بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کر دیا۔

وان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤا بالبینات والزبر والکتاب المنیر (آل عمران پ ۴)

اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کرین (تو کوئی بات نہین) تمھارے قبل بہت سے پیغمبرون کی تکذیب کی گئی جو کھلی کھلی آیتین اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔

نوح کو اُنکی قوم نے جھٹلایا (اعراف آیت ۵۹-۶۴ یونس آیت ۷۱-۷۳ ہود آیت ۲۵-۳۵ مومنون آیت ۲۳-۲۶ فرقان ۳۷، شعرا آیت ۱۰۵-۱۱۶ قمر آیت ۹ نوح آیت ۱-۲۹) قوم نوح و عاد و ثمود اور اُن کے بعد والی قومون نے جب پیغمبر اُنکے پاس معجزے لیکر آئے تو اُن پیغمبرون کے ہاتھون کو اُلٹا اُن کے منھ پر مار دیا اور کہنے لگے کہ جو حکم تم لیکر آئے ہو ہم اُسکو نہین مانتے (ابراہیم

آیت ۹: جب کوئی رسول آیا تو لوگون نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا مجنون (ذاریات آیت ۴۶)

اسی طرح ہود، صالح، لوط، ایوب، شعیب، یونس کے واقعات سے صاف ظاہر ہے، یحییٰ کا سر قلم ہوا، زکریا کو آرے سے چیرا گیا۔ جرجیس کو طرح طرح کی مصیبتین پہونچا کر قتل کیا گیا عیسیٰ کو سولی پر لٹکانے کا سامان کیا گیا یہ وہ واقعات ہین جنسے اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے اور مسیح کو بقول عیسائیوں اور قادیانیوں کے تحت ذلت و توہین کے ساتھ قتل کیا گیا۔

خود ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کے قبل کتنی اذیتین پہونچائی گئین ما اوذی نبی قط کما اوذیت اسی خاتم الانبیا ہستی کا کلام ہے پھر جب یہ درماندگان دشت مصائب ان تمام مصائب و مظالم کے برداشت کرنے کے بعد نبی و رسول ہو سکتے ہین تو ائمہ معصومین کے لئے دشمنون کے مظالم کے باوجود امامت سے کون امر مانع ہے، رہ گیا یہ امر کہ یہ حضرات مخالفین و معاندین پر اپنا تسلط نہ جما سکے اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور ہونے سے بچا سکے تو واضح ہونا چاہئے کہ خدائی مبلغین کا کام لوگون پر بجبر و قہر تسلط جمانا نہیں ہے انکا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ دعوت الی الحق کردین عمل کرانا نہ کرانا امت کا کام ہے۔

وان تولوا فانما علیک البلاغ — اور اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض تو صرف تبلیغ ہی ہے۔

ومن تولی فما ارسلناك علیهم حفیظا (نساء آیت ۸۰)
اور جسنے روگردانی کی تو ہم نے تم کو انپر نگہبان بناکر نہین بھیجا۔

فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین (مائدہ آیت ۹۲)
پھر اگر تم نے روگردانی کی تو آگاہ ہو کر ہمارے رسول پر تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی فرض ہے۔

فان تولوا فانما علیك البلاغ المبین (نحل آیت ۸۲)
پھر اگر وہ روگردانی کرین تو تمھارا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی

وما انت علیهم بجبار (ق آیت ۴۵)
اور تم انپر جبر کرنے والے تو ہو نہین۔

فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن آیت ۱۲)
پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی ہے۔

لست علیهم بمصیطر (غاشیہ آیت ۲۲)
کچھ تم انپر مسلط نہیں ہو۔

ان علینا للهدی (اللیل آیت ۱۲)
بے شک ہم پر اچھی بُری راہ بتا دینا ہی ضروری ہے۔

اگر ایسا نہو تو اُن انبیاء کی خیر نہین جن پر ایمان لانے والے انکی امت مین بے تقلیل ما ھم کا مصداق رہے۔

یہ کہنا کہ " کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت کو انسانی ہاتھ مسمار کرسکتا ہے" اور

یہ کہ کیا خدا کا اہتمام و انتظام ایسا کنسج العنکبوت ہے کہ انسان کے ہاتھوں ہباءً منثورا ہو جائے "معارف دینیہ سے نا واقفیت کا نتیجہ ہے"

بیشک خدا اپنے تکوینی ارادہ و مشیت سے جس چیز کا اہتمام کردے اُسکو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی لیکن خدا کا یہ دستور نہیں کہ وہ بندوں سے زبردستی اطاعت کرائے اور اونکو انکے افعال مین مجبور و مقہور کرے، ان معنوں سے کہ بندوں سے اُسکی مرضی کے خلاف افعال سرزد ہوں اُسکی بنائی ہوئی عمارتین ہمیشہ مسمار ہوتی رہین ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مفاد کے مطابق اُس نے اس کارخانہ ایجاد کی بنیاد ہی اس لئے قرار دی تھی کہ لوگ اُس کی عبادت کرین لیکن دنیا آنکھ اُٹھا کر دیکھے کہ کتنے ہیں جو غرض خلقت کو پورا کر رہے ہین،

کیا فی صدی ۹۹ اشخاص دنیا مین عبادت الٰہیہ کے تارک اور معاصی کے مرتکب نہیں ہین یہ کیا ہوا، خدا کی بنائی ہوئی عمارت کیونکر مسمار ہوگئی۔

انبیاء رسل کے بعثت کی غرض کیا تھی۔ کیا یہی تھی کہ اُنکی تکذیب ہو اور اُنکا خون بہایا جائے پھر کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت مسمار نہیں ہوئی ؟!

سوویٹ حکومت روسیہ مین جاکر دیکھئے مادیت کا دور دورہ ہے، مسجدین عبادت گاہین، زمین کے برابر اور تمام دینی و مذہبی رسوم بے نام و نشان، خدائے آسمانی سے جنگ کا صریحی اعلان ہو رہا ہے کیا اسکے معنی یہ نہیں کہ خدا کی بنائی

ہوئی عمارت مسمار کردی گئی؟

یہ تو دنیا کی بے انصافی اور کجرفتاری تھی کہ خدا کے نافرمان عاصی بندے تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور وہ افراد کہ جن کو خداوند عالم نے امامت کا لباس مبداء خلق سے پہنا دیا تھا ور رسولؐ کی زبان سے اُنکی خلافت و امامت کا اعلان کرا دیا تھا اُن کو طرح طرح کی اذیتین سہ کر گوشۂ گمنامی مین بسر کرنا پڑا اور آخر مصالحت آلہیہ کے اقتضاء سے ایک وقت معلوم تک کے لئے لوگون کی آنکھون سے پوشیدہ ہوجانا پڑا لیکن خدا کا وعدہ ونمکن لھم الارض فان حزب اللہ ھم الغالبون فایدنا الذین امنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاھرین ضرور پورا ہوگا اور دنیا عدل وانصاف سے اسی طرح معمور ہوگی جس طرح وہ ابتک ظلم وجور سے مملو ہوتی رہی ہے

علی نقی النقوی عفی عنہ (از نجف اشرف)

اصول دین اور قرآن نمبر ۲

بجواب رسالہ عبقات الایمان

رسالہ الواعظ نمبر ۲ و ۳ جلد ۱۰ مین میرا طویل الذیل مضمون اسی موضوع پر ۵۴ صفحو مین شایع ہو چکا ہے اور مسئلہ عدالت و امامت پر کافی روشنی پڑ چکی ہے، احمدی جماعت کی دیرینہ عادت کو دیکھتے ہوئے چونکہ اس بات کی کافی توقع تھی کہ اس کے جواب مین بھی غیر متعلقہ باتون کے متعلق کوئی نمایشی مقالہ یا رسالہ شایع کیا جائے گا جس کے باعث سادہ لوح عقیدت کیشان کو اس امر کو سمجھا بجھا دینے کا موقع ملجائے گا کہ وہ مضمون الواعظ کا لاجواب نہ رہا لہذا جناب محترم مدیر الواعظ نے "ضروری گذارش کے زیر عنوان اس اعلان کو ضروری سمجھا کہ جس عبارت پر اعتراض ہو یا جو دلیل ان کے نزدیک ناکافی ہو اس کو پورا نقل کر کے محققانہ و متکلمانہ تہذیب و متانت سے اعتراض فرمائین"۔

اس بر موقع انتباہ کے بعد اس امر کی توقع تھی کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین جواب مین حدود بحث و مناظرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورۂ بالا شرط کی خلاف ورزی

نہ فرمائین گے لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ہم کو اُن سے اِس شرط کی خلاف ورزی مین شکایت نہین بلکہ ہمدردی ہے، درحقیقت اُن کے لئے ایک منظم و با اصول دائرہ کے اندر گفتگو کا راستہ بند ہو چکا تھا اور ادلہ و براہین کی طاقت ایسی نہ تھی کہ منھ در منھ اُنکا مقابلہ کیا جا سکے، ایسی صورت مین مبلغین جماعت کے لئے صرف دو ہی راستہ تھے ایک یہ کہ سکوت اختیار کرین اور حق کے مقابلہ مین سپر اندا ختگی کا اعتراف کرلین دوسرے یہ کہ سیاہی اور کاغذ کے تھوڑے اسراف کو گوارا کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ لکھکر شایع کر دین یقیناً تبلیغی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے خوش عقیدہ افراد جماعت کی تسکین و تسلی کے واسطے دوسری صورت متعین تھی لہذا امام آور مبلغ احمدی مرزا احسام الدین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کی جانب سے ایک سولہ صفحہ کا مضمون "عبقات الایمان" کے خوش آیند نام سے النجم لکھنؤ کے توسط سے شایع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

ہم نے جہانتک اس مضمون کو دیکھا اس مین تفاخر اور رجز خوانی کے سوا کسی علمی بحث کو استدلالی قوت سے کامیاب نہین بنایا گیا ہے۔ انسانی بلند پروازی ہمیشہ نئی نئی صورتون مین جلوہ گری کرتی رہی ہے، اُس نے کبھی کبھی انسانی کمالات کے حدود سے ترقی کر کے الوہیت کے رتبہ بلند کا دم بھی بھرا ہے۔

تاریخی اوراق اور سوانح وسیر کے صفحات نے ہماری آنکھوں کے سامنے
ایسے نظائر بہت پیش کئے ہین یہی دنیا کی فضا تھی جس مین انا الحق اور (اعلم
لکم من الہ غیری) کی آوازین گونج چکی ہین اور اسی مین ؎
نیست اندر جبہ ام غیر از خدا۔ اور (لا الہ الا انا ھا فاعبدون) کی صدا سے
ہمارے کان آشنا ہو چکے ہین ، ولید بن یزید بن عبد الملک نے انا ذلک
الجبار العنید کا ترانہ بلند کیا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی نسبت
منم خلیفہ شاہی کہ آسمان باشد ، اور اپنے فرزند کے متعلق یا نزل مولود
کان اللہ نزل من السماء اور الہامی خواب مین (راٗیتنی کانی عین اللہ
فتعلمت انی ھو) اور صد حسین است در گریبانم ارشاد فرما چکے ہین۔
بالکل اسی عنوان سے مرزا حسام الدین صاحب بھی فرماتے ہین کہ :۔

مجھسے کسے جہان مین مجال ستیز ہے ۔۔۔ برہان قاطع ایک میری کلک تیز ہے
گردون سے جسے حق نے اتارا ہو وہ مین ہون ۔۔۔ جرار ون کو جس تیغ نے مارا ہو وہ مین ہون
واللہ نور چشم نبی وا مام ہون ۔۔۔ نص جلی یہ ہے کہ خدا کی حسام ہون

(نیست اندر جبہ ام غیر از خدا) اور (صد حسین است در گریبانم) کے فلسفہ کے مطابق انکا
یہ بھی دعویٰ ہے کہ :۔

ہے مجھ مین علم و فضل جناب امیر کا

خیر " اگر پدر نتواند پسر تمام کند " بزرگون کی عمرین لولاک لما خلقت الافلاک اور عجزات

النساء ان یلدن مثل ابن ابی طالب اور لا ابقانی اللہ لمعضلۃ لیس فیھا ابو الحسن کہتے گذرین لیکن مرزا حسام الدین صاحب علم وفضل جناب امیر کے حامل و مالک بننا چاہتے ہین، بقول ڈارون، عالم فلسفہ نشو وارتقا کا پابند ہے، وہ ابھی تو علم وفضل جناب امیر کے دعویدار ہوکر اسکے مدعی ہین کہ " والد پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا"، لیکن کچھ ہی دن مین نبی بروزی وظلی اور تھوڑے دن کے بعد نبی حقیقی اور اسکے بعد اگر ہمت نے ساتھ نہ چھوڑا اور زندگی نے ساتھ دیا تو (انی علیّ اللہ و علمت انی ھو) تک نوبت پہونچ جائیگی بات ہی کونسی ہے ؎

ہمت بلند دار کہ مردان روزگار از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

پہلے جواب پیچھے سوال

مضمون متذکرۂ بالا کا ایک حصہ وہ تھا جس کا مختصر الفاظ مین ہم نے خاکہ پیش کیا اور ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ اسکا مستحق نہین ہے کہ کسی علمی میدان بحث مین پیش کیا جائے۔ دوسرا حصہ مضمون کا بخیال خود ایسے اعتراضات وسوالات پر مشتمل ہے جنکے جواب سے اُنکے نزدیک علماء شیعہ عاجز ہین لیکن جب ان اعتراضات کو غور سے دیکھا تو اُن مین کوئی بات تازہ نظر نہین آتی بلکہ یہ وہی باتین ہین جنکا جواب سابق دو مضمونون مین دیا جاچکا ہے ہم اُن اعتراضات کو ذیل مین نقل کرکے انکا جو جواب سابق مضمون مین پیشگی عرض کیا جاچکا ہے۔ اُسی کو ہدیۂ ناظرین

کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہو گا کہ لائحہ نگار نے اس مضمون میں اپنے دل و دماغ کو نہیں بلکہ دست و قلم کو بے فائدہ زحمت دینے کے سوا کوئی قابل قدر خدمت اپنے مقصد کی نہیں کی ہے"

۱۔ اصول دین کا معیار۔ انہوں نے قرآن مجید کی یہ تین آیتیں ذکر کی ہیں (۱) من یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعیداً (۲) الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (۳) ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملٰئکۃ والکتب والنبیین۔ اسکے بعد وہ رقمطراز ہیں:۔

کہ ان جملہ آیات سے ایمان کی تشریح بھی ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کفر بالایمان کیا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس ایمان کا بنانے والا اور سکھانے والا کون ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان پانچوں چیزوں پر ایمان نہ رکھنے والے کے لئے وعید یعنی عذاب ہے اور یہ بھی بخوبی یقین ہوگیا کہ اس ایمان کے قبول کرنے والوں کے لئے خوشخبریاں ہیں، خدائے تعالیٰ کے ان تمام ظاہر و باطن تصریحات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ شیعوں کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہیں۔

ہمارا پیشگی جواب معترض کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن میں ایمان کی تشریح میں انھیں پانچ چیزوں کا

تذکرہ ہے اور انھین کے انکار پر وعید یعنی عذاب ہے لہذا وہی اصول دین ہین اور اسی لحاظ سے وہ فرماتے ہین کہ "ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ شیعون کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہین۔ اسی بنا پر معترض کے نزدیک اصول دین کا معیار یہ ہوا کہ اُن پر ایمان کی ہدایت ہوئی ہو اور انکے انکار پر وعید ہو حالانکہ قرآنی مطالعہ کے بنا پر یہ معیار بالکل غلط ہے، قرآن کی انیسؔ آیتین ایسی ہین جنمین بہت سے اشیا پر ایمان کا حکم اور اُنکے انکار پر وعید ہے جو عامہ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین مذکورۂ بالا پانچ چیزون کے علاوہ قرآن مین پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ حالانکہ انکو اصول دین مین کسی فرقہ نے داخل نہین کیا ہے (ملاحظہ ہو الواعظ جولائی ۲۸ء امتیاز احمد صاحب ردولوی بھی اس معیار کی کمزوری کے کچھ ایسے بے طرح معترف ہوئے تھے کہ وہ کسی صورت سے اس کو اپنے مسلک کی طرف منسوب ہونے کو گوارا نہ کرتے تھے اور اسلیئے انھون نے اس کو ہمارا طبعزاد معیار قرار دیا تھا (المستفسر نمبر۱) اسکے جواب مین ہم نے مشتہر سابق وحال کی عبارتون سے ثابت کیا تھا کہ وہ اسی معیار کو بتلا رہی ہین (ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر۱ صفحہ ۳۹ و ۴۱) اب مشتہر کی موجودہ عبارت سے جو ہدیہ ناظرین ہو چکی صاف صاف ہماری تائید ہوئی اور ثابت ہوا کہ وہ اسی معیار کے قائل ہین جسکی کمزوری طشت ازبام ہو چکی ہے۔

(۲) عدل و توحید کا مفہوم مشتہر صاحب کا ہم سے سوال ہے کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے۔"

ہمارا پیشگی جواب توحید کے معنی ہین خدا کو ایک سمجھنا اور اُسکی وحدت کا اقرار کرنا اور عدل کا مفاد ہے کہ خدا عادل ہے ظالم نہین اور ان دونون کے مفہوم مین فرق بالکل ظاہر ہے، اور اصطلاحی حیثیت سے توحید و عدل دو سرخیان ہین جسکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین۔ توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات، ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم و جسمانیات وغیرہ وغیرہ اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور اسکے تمام فروع و شعب مندرج ہین، اور توحید و عدل اپنے ان وسیع معنی کے ساتھ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ و سلبیہ صفات ذات و صفات فعل سب پر حاوی ہین (ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۷) اگر عدل توحید کے مفہوم مین داخل ہوتا تو آپ کو توحید کے اقرار کرنے کے بعد ہم سے اس سوال کی ضرورت نہ پڑتی کہ "استقرار سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے"

یہ عجیب لطیفہ اور سوالات کے تصادم و تناقض کا عالم ہے کہ استقرار سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے۔ اس سوال کا مفاد یہ ہے کہ معترض صاحب خدائے ذوالجلال کی صفت عدل کے منکر ہین، اور اسکے عادل ہونے کے معترف نہین ہیں، دوسرا سوال کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عدل کو توحید کے

مفہوم کا جزو سمجھتے ہین۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب عدل کا اقرار نہ ہوا تو توحید بھی ہاتھ سے گئی اور ایک جزو توحید یعنی عدل کے انکار کے ساتھ توحید کا بھی کامل اقرار نہوا ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

(۳) **قرآن سے عدل کا ثبوت** مشتہر کا سوال ہے "کیا رحمان ومالک رحیم کی طرح قرآن شریف نے عدل کو بھی صفت حقیقی خداوند عالم کی بتایا ہے اگر بتایا ہے تو وہ آیت پیش کرو۔"

ہمارا پیشگی جواب آیات قرآنیہ کا متفقہ فیصلہ، خدا عادل ہے ظالم نہین، ایک چھوڑ چالیس آیتین کیا اب بھی مطالبہ پورا نہین ہوا۔ (ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر۲ صفحہ ۲ الغایت ۱۷) صریحی طور پر معترض کی تسکین کے لئے یہی دو آیتین کافی ہین۔

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط (آل عمران پ۳) خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہین کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم ودائم ہے۔

اس آیت مین پہلا جزو توحید کو اور دوسرا عدل کو بتلا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین عدل وتوحید کا پلہ مساوی ہے۔

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ (انعام پ۸) تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری اسکی بات کو کوئی

بدل نہین سکتا۔

(۴) قرآن مین عدل پر ایمان لانیکا حکم "قرآن شریف میں ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح (یعنی ایسی ہیئت ترکیبی کے ساتھ ہا) عدل پر ایمان لانے کی کونسی آیت ہے؟

ہمارا ایپشگی جواب وہی آیت جو توحید پر ایمان لانے کی ہے، قرآن مین کہین ایمان بتوحید اللہ کا حکم نہین ملتا، قرآنمجید کی اڑتیس آیتون مین جس چیز کا حکم ہے وہ ایمان باللہ ہے اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالیٰ کا اعتراف ہے تو وہ توحید کو کسی طرح نہین تبلاتا اور اگر ایمان باللہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کو اُن خصوصیات و اوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان ہین ماننا اسکا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اسی طرح عدل بھی داخل ہے (ملاحظہ ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر۲" صفحہ ۵ لغایت ۱۱)

(۵) عدل پر ایمان لانیوالونکی لئے خوش خبریان مشتہر کا سوال "قرآن شریف مین کہان لکھا ہے کہ عدل پر ایمان للانے والون کو خوش خبریان ہین۔"

(۶) ہمارا ایپشگی جواب جس جگہ لکھا ہے کہ توحید پر ایمان لانے والون کو خوش خبریان ہین۔

(۶) **عدل کے منکرون کو وعید** قرآن مین عدل کے نہ ماننے والوں کے لئے وعید کہان آئی ہے؟

ہمارا پیشگی جواب اسی جگہ جہاں توحید کے نہ ماننے والون کے لئے وعید آئی ہے۔ درحقیقت توحید وعدل دونون ایمان باللہ کے دو شعبے ہین اور ایمان باللہ کے تحت مین دونون کا اعتقاد ضروری ہے۔

(رسالہ مذکورہ صفحہ ۹ لغایت ۱۱)

اب تو مشتہر کے اس دعوے کی حقیقت کھل گئی کہ ہمارے مطالبات کا زبانی تو زبانی ذری کہین تحریر مین ہی ہمارے سوالات کا جواب دکھا دیجئے تب تو آپ کا دعویٰ حق اور درست ہے۔"

ہم نے گذشتہ مقالات کے حوالون سے دکھلادیا کہ مشتہر کے مطالبات کا جواب تحریری حیثیت سے تفصیل دیا جا چکا ہے اُسکے بعد اُسی پُرانے آموختہ کو دہرانا عوام فریبی نہین تو کیا ہے؟؟

برہان عقل یا استقرار

مشتہر کا ہمسے یہ مطالبہ ہے کہ "استقرار سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے ہر مبتدی طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ استقرار یعنی تتبع غالب جزئیات کبھی مفید قطع ویقین نہین ہوا کرتا بلکہ ایک حد تک ظن غالب کا افادہ کرتا ہے

والظن لا یغنی من الحق شیئا۔ برخلاف اسکے برہان عقلی کا نتیجہ یقین کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی صورت سے نصوص کتاب سے جو امر ثابت ہو اُس مین کسی قسم کے شبہہ وشک کی گنجائش نہین ہوا کرتی۔ ہم دلیل عقلی اور نصوص قرآن مجید سے خداوند عالم مین صفت عدالت کو ثابت کر چکے ہین (ملاحظہ ہو رسالۂ اصول دین اور قرآن نمبر۲ صفحہ ۴ لغایت ۱۱۶ اور مجلہ الواعظ جولائی ۱۹۲۶ء) اسکے بعد ہم سے استقراء کا مطالبہ کرنا عقل وشعور کا کوئی اچھا ثبوت نہین ہے۔

جزئیات کے حکم کا استفادہ کبرائے کلیہ کے ذریعہ سے جب کہ ہو گیا تو اسمین ذرا بھی شبہہ کی گنجائش نہین ہے اور اس کلیہ کے بحکم عقل یقینی ہونے کے ساتھ جزئیات کا حکم قدرتی طور پر یقینی ہو جائیگا۔ اب اگر جزئیات مین ظاہری طور پر اُسکے خلاف نظر آئے تو یہ اپنی آنکھون کا دھندلا پن ہے واقعیت اس سے بدل نہین سکتی۔

لطف یہ ہے کہ مشتہر صاحب اصول دین کے معاملہ مین قرآن مجید کے سوا کسی دلیل کے تسلیم کرنے پر تیار نہین یہان تک کہ حکم عقل کا قدم درمیان مین آنے کو بھی وہ گوارا نہین کرتے اور فرماتے ہین ۔

"ایمان اپنی ذات کے اظہار اور کمالات مین کسی انسانی عقل ورائے کا محتاج وممنون نہین ہے۔"

لیکن اس موقع پر وہ دلیل عقل کی پست ترین قسم استقراء سے فائدہ اٹھانا

چاہتے ہین اور اس طرح قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کو ایک ناقص و ظنی استقراء کے مقابل مین پس پشت ڈالکر خود اپنے ساختہ و پرداختہ مقولہ حسبنا اللہ کی بنیاد کو بھی ملیا میٹ کر رہے ہین،

جبکہ ہم کو حکم عقل اور نصوص قطعیہ قرآنیہ نے بتا دیا کہ تمت کلمت ربك صدقا وعدلا اور ان اللہ لیس بظلام للعبید۔ خدا عادل ہے اور ظالم نہین تو ہمارا دعوے یہ ہونا چاہیئے کہ خدا کے تمام افعال صفت عدالت کے ساتھ ہین ہم کو ایک ایک کر کے اُسکے افعال کو شمار کرنے کی ضرورت نہین بلکہ ہمارا دعوے ہے کہ اوسکا ہر فعل میزان عدل پر منطبق ہے۔ اُس مین ناانصافی اور ظلم کا شائبہ نہین بعض مقامات پر ہماری نظرون کو اُسکے خلاف دکھلائی دے تو وہ ہماری عقل وشعور اور ادراک و فہم کا قصور ہے۔

خداوند عالم کا فیض اُس کے مخلوقات تک اُنکے ظرف و استعداد و قابلیت کے موافق پہونچتا ہے اور اس مین اختلاف و تفاوت۔ مراتب استعداد و قابلیت کے اختلاف پر مبنی ہے نہ یہ کہ مبدا فیض کی طرف سے ایک کے ساتھ طرفداری اور دوسرے کے ساتھ بے انصافی ہوتی ہو اور ماہیات وحقائق کا اختلاف انکے ذاتی خصوصیات کا نتیجہ ہے جسمین کسی خارجی تاثیر کو دخل نہین کتا کتا ہی ہے اور انسان انسان نہ یہ کہ خدا نے کتے کو کتا بنا دیا اور انسان کو انسان بے شک اُس نے کتے اور انسان دونون کو خلق کیا ہے یعنی دونون پر افاضۂ وجود کیا ہے جو اوسکی

صفت جود اور عدالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ قابلیت و استعداد کی موجودگی مین افاضہ وجود نہ کرنا مبدا ء فیاض کی طرف سے بخل اور ظلم ہے۔

جس طرح قبل حدوث بعض اشیاء کا خلق کرنا اور بعض کو حیز عدم مین باقی رکھنا، مصالح و حکم کے اعتبار سے ان اشیاء کی صلاحیت و استعداد کے اختلاف کا نتیجہ ہے اسی طرح بقاؤ دوام کے اعتبار سے اُن کے ساتھ فیض وجود کا متعلق رکھنا انکی استعداد و صلاحیت کے تفاوت پر مبنی ہے جیسے ایک کو سو برس پہلے اور ایک کو سو برس بعد پیدا کرنا نا انصافی اور دل بخواہ وعبث فعل نہین اسی طرح ایک سے دس برس پہلے اور دوسرے سے دس برس بعد اس فیض کا قطع کرلینا نا انصافی اور ظلم نہین بلکہ اُن دونون کے ذاتی قابلیت واستعداد اور مصالح وحکم کے اختلاف کا ثمرہ ہے

مومنین اور مقربین بارگاہ کو امتحانی حیثیت سے جو مصائب دنیا میں پہونچتے ہین اُنکے مقابل بڑے بڑے ثواب اور درجے مقرر ہین جنکو دیکھتے ہوئے دنیا کے چندروزہ مصائب بے حقیقت ہوجاتے اور اس بہترین مجازات کو دیکھتے ہوئے وہ میزان عدل سے یکسر موعلیحدہ نہیں ہیں۔

خدا کی مالکیت تامہ اور حکمت مطلقہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اُس سے جو افعال بھی صادر ہوتے وہ مخالف عدل اور داخل ظلم و تعدی نہین نہ یہ کہ وہ سب عدالت کے خلاف ہین لیکن عدالت خدا کے لئے ضروری نہین جیسا کہ

ہمارے خوش فہم معترض کا خیال ہے۔

ہمارے مذکورۂ بالا بیانات سے معترض صاحب کی حسب ذیل عبارتون کا نمبروار جواب ہوجاتا ہے:۔

"بعض کے ساتھ اُس کی قدرت کا کامل متعلق ہونا اور بعض کے ساتھ کمتر ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ عندالعقل محال اور منافی عدل ہے"

"ہر روز ہزارون انسانون کے بچے اور چرند اور پرند اور کیڑے مکوڑے کیون ہلاک کئے جاتے ہین۔ خدا باوجود عدل کی دائمی صفت سے موصوف ہونیکے انکے متعلق عدل کیون نہین کرتا"

ایک کتا کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو بیل کیون نہ بنایا اور بیل کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو انسان کیون نہ بنایا یہ جانور اسی دنیا مین جہنم کا نمونہ بھگت رہے ہین"

"کیا اُسکے عدل کی یہی کیفیت ہے کہ جگر پارۂ رسول اور نور چشم بتول صلواللہ علیہ اور امثال اُنکے میدان ستم مین بھوکے پیاسے خدائے عادل کے روبرو تیغ جفا سے شہید ہون رکن دین نبوی دشت کربلا مین گرایا جائے ورق مصحف ناطق بے دردی سے مٹایا جائے خیام آل اطہار پر پھول (آگ لگے) پڑے ساز و یراق لوٹے جائیں مگر شعوب کا عادل ہون تک نہین کرتا۔ بلکہ امام حسینؑ

کے مخالفون کو سلطنت دیتا ہے جو حجت الٰہی ہے۔

اس عبارت مین یہ عنصر بھی بہت کچھ کارفرما ہے کہ بندون کے افعال اور گناہون کی ذمہ داری خدا پر ہے اور درحقیقت خدا کو صفت عدالت سے معرا مان لینے کے بعد اس قسم کے خیالات فاسدہ کا قائل ہونا کچھ تعجب خیز نہیں ہے"

کتب آسمانی کے پہلے عدل کا ثبوت

"خدائے تعالیٰ قبل قانون رکتب آسمانی" نازل کرنے، اور اُس مین وعدہ وعید کرنے کے عدل کس طرح سے کرتا تھا قرآن سے ثبوت دیجیے اور پچاس روپیہ انعام لیجیے"

یہ سوال ہے جس پر مشتہر صاحب بہت نازان معلوم ہوتے ہین لیکن قرآن کریم مین تدبر کے بعد اس سوال کا حل بالکل آسان نظر آتا ہے، قرآن مین خود بعثت انبیا اور ارسال رسل کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:

لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل — تاکہ بندون کے لئے خدا کے مقابل مین کوئی حجت باقی نہ رہ جائے بعد پیغمرون کی بعثت کے۔

یعنی اگر پیغمبر مبعوث نہ ہوتے تو خداوند عالم کے لئے بندون کو اپنے نافرمانی اور مخالفت پر سزا دینے کا موقع نہ تھا کیونکہ بندے کہتے کہ ہم کو تو نے اپنے اوامر

ونواہی سے مطلع ہی نہیں کیا تاکہ ہم تیری اطاعت اور فرمان برداری کرتے اور اس صورت مین تعذیب اور سزا دینا نا انصافی اور ظلم ہوتا لہذا پیغمبر مبعوث کیے گئے تاکہ بندون کا عذر قطع ہو جائے اور اُنکی کوئی حجت باقی نہ رہے اور اُن کو مخالفت وعصیان پر سزا دینا موافق عدل ہو جائے۔

دوسری آیت وماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہمارا کبھی یہ شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب کرین جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کردین"

تیسری آیت لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ (بعثت انبیاء کی غرض یہ تھی کہ) جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تام ہونیکے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت۔

اِن آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل انبیاء کا مبعوث کرنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اُسمین وعدہ وعید کرنا صفت عدل کی مراعات اور ظلم ونا انصافی سے منزہ ومبّرا ہونے پر مبتنی تھا اور یہ کہ وعدہ وعید کے پہلے سے افعال خدا وندی مین صفت عدل کارفرما ہے اور اُس مین ظلم وتعدی کا شائبہ نہین یہ ہے قرآنی ثبوت جو ہدیۂ ناظرین ہے لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ رد گیا انعام اُسکی ہمین ضرورت نہین بل انتم بھدیتکم تفرحون۔

مفہوم عدل کی توضیح

عدل کا مفہوم ہے کامون مین تعدی وتجاوز سے بچ کر توازن کا قائم رکھنا اور دوسرون کے معاملہ مین اپنی اور اُنکی شایان شان و استحقاق رتبہ سے عدول نہ کرنا۔ مالک و مملوک سلطان و رعیت پدر و فرزند، شوہر و زوجہ بھائی بھائی، دوست دوست غرض ہر صنف کے اندر اُسکے درجہ اور اعتبار سے کچھ حدود قائم ہین کہ جب اُن حدود کی مخالفت کی جائیگی تو وہ ظلم و تعدی کا مصداق ہوگا اور جب اُن حدود کی مراعات ہوگی تو وہی صفت عدالت کہلائے گی۔

مالک و مملوک کے رابطہ کا بے شک یہ اقتضا ہے کہ مملوک کو مالک کی خدمت و اطاعت کرنے کے مقابل کوئی حق نہین ہے بایں معنی کہ اُسکو انعام کا استحقاق نہین ہے لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ مالک کے لئے روا ہے کہ وہ مملوک کو بے وجہ ایذا بھی پہونچائے اور بلا قصور اُسکو سزا دے یا دو ایسے مملوک کہ جنمین سے ایک مطیع و فرمانبردار اور دوسرا عاصی و نافرمان ہے اُن مین جزا و سزا کے اعتبار سے معاملہ بالکل برعکس ہوجائے یعنی اطاعت گذار کو سزا اور غیر اطاعت گذار کو جزا دی جائے یا مملوک کو ایسے احکام دیے جائین جنکی تعمیل اُس کی قوت و طاقت سے باہر ہے اور پھر مخالفت کی صورت مین جو اُسکے ذاتی عجز کے باعث سے ناگزیر ہے اُسکو سزا دیجائے یا مالک خود

اُس مملوک کو بعض افعال پر مجبور کرے پھر خود ہی اُسکو سزا دے کہ ایسا کیون کیا وہ مالک جس کا یہ طرز عمل ہو یقیناً ظالم و ستمگار اور عقل کے نزدیک مورد مذمت و ملامت ہے۔

عدل ایسے ہی حدود کی نگہداشت کا نام ہو جن سے تجاوز کرنا ظلم تعدی کا مصداق ہے

یہ مسئلہ اگرچہ محل اختلاف ہے کہ بندون کو اپنے نیک کامون کے مقابلہ مین خداوند عالم پر کسی ثواب کا استحقاق ہے یا نہین بایںمعنی کہ ثواب درحقیقت نیک اعمال کا بدلا ہے جس کے بندگان خدا حقدار ہین یا یہ کہ وہ حقیقۃً تفضل ہے کہ جس کو وعدہ کے ذریعہ خداوند عالم کا اپنے اوپر لازم کرکے ثواب نام رکھنا بھی خود اُسکا ایک تفضل ہے لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ رابطۂ ربوبیت و عبودیت ہی کے اقتضا سے کچھ نہ کچھ حدود ایسے ضرور قائم ہیں کہ جنکی مخالفت خداوند عالم کی حکمت و شان ربوبیت کے خلاف ہے اور انھین کی مراعات عدل اور اُنکی مخالفت ظلم ہے اِن حدود اور اُنکے مخالفت کی مثالین ہمارے سابق رسالہ مین ذکر کی جاچکی ہین مثلاً خدا کا اپنے بندون کو بُرے کامون پر مجبور کرنا اور خود ہی اونکو سزا دینا، بندون کو اونکی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نافرمان بندون کو اُنکے استحقاق سے زیادہ سزا دینا۔ فرمانبردار بندون کو اُنکے اعمال کا جتنا بدلا خود مقرر کیا ہے اُس سے کم بدلا دینا بندون پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور

یہی وہ چیزیں ہیں جن میں سے ایک ایک کا نام لے کر صاف طور پر قرآن مجید میں خداوند عالم کی ذات سے نفی کی گئی ہے اور یہی معنی عدل باری کے ہیں کہ وہ اس قسم کے تمام افعال واوصاف سے مبرا ومنزہ ہے، خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ اور ربوبیت تامہ کا یہ لازمہ نہیں ہے کہ اُس کے لئے ہر قسم کی بے انصافی اور ظلم وتعدی جائز وروا ہو جائے۔ ظلم وتعدی خداوند عالم کی ذات کے لئے قبیح ومحال اور عدل لازم اور عفو واحسان مستحسن ہے۔ مطیع وعاصی کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا اور سزا دینا شان عدل کا اقتضا اور عاصیوں کے گناہوں سے درگذر کرنا رحمت وعفو کا نتیجہ ہے لیکن مطیع کو ثواب کے بدلے عذاب کرنا ظلم ہے جو کسی صورت سے جائز نہیں، ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ عدل جس کو ہم ذات الٰہی کے لئے ضروری کہتے ہیں وہ ظلم وتعدی کے مقابل صفت ہے اور اس سے چند نتیجہ برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) عدل خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ سے کوئی تصادم نہیں رکھتا۔

(۲) صفت عدل ظلم وتعدی کے مقابل مفہوم ہے اور عدل کا نہونا ہی عین ظلم ہے۔

(۳) عدل کی صفت جو خدا کے لئے لازم ہے وہ چونکہ ظلم کے مقابل میں ہے لہذا عفو واحسان اور تجاوز وغفران صفت عدل کے منافی نہیں ہے، ان روشن حقائق کے واضح ہو جانے سے مشتہر کی مندرجہ ذیل عبارات

کا سلسلہ وار جواب ہو جاتا ہے۔

"عدل کا مفہوم جانبین مین حقوق کی مساوات چاہتا ہے لہذا بتانا چاہئیے کہ بندہ کا خداوند عالم پر کیا حق ہے کہ جو اس سے عدل کو چاہتا ہی۔

"برہان آفاقی یعنی تفرقۂ عالم شہادت دیتا ہے کہ خداوند عالم کی صفت مالکیت کائنات عالم مین کام کر رہی ہے نہ صفت عدل"

"عدل کا مفہوم ضرور اس بات کو چاہتا ہے کہ اول جانبین مین کوئی حق قرار دیا جائے اور اُس حق کی خواستگاری مین عدل کی درخواست کی جائے لیکن یہ بات سب جانتے ہین کہ مخلوق کا خدائے تعالیٰ پر جس نے عدم محض سے پیدا کیا ہے کوئی حق نہین"

اگر کہو کہ وہ عادل نہ ہوگا تو ظالم ہوگا تو یاد رکھو کہ یہ دونون شقین حکم ارتفاع نقیضین مین ہین کہ جو عند العقل باطل ہے پس نہ وہ عادل ہے اور نہ وہ ظالم بلکہ بمصداق آیت شریف رحیم و مالک ہے"

روشن رہے کہ جس طرح نقیضین کا ارتفاع ناممکن ہے اسی طرح ضدین لا ثالث لہما جیسے حرکت و سکون اُنکا بھی درصورت وجود موضوع ارتفاع ناممکن ہے اور عدل و ظلم اس بیان کے مطابق جو نذر ناظرین ہوا ایسی نوعیت رکھتے ہین لہذا عادل نہونے کی صورت مین ظالم ماننا لازمی ہے۔ رحیم و مالک ہونا صفت عدل کے مقابل نہین ہے "

"اس ایک صفت کے قائم کرنے سے غفور تواب رحیم تینون صفتون کا اُس ذات مین عدم لازم آتا ہی" "ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگذر کے خلاف ہے"

مشتہر صاحب نے تین صفحون مین آریون اور عیسائیون کے سامنے خداوند عالم کی عدالت کے مقابل مین عفو و غفور ہونے کو ثابت کرنے کی جو زحمت گوارا فرمائی ہے وہ ہمارے موضوع بحث سے بالکل خارج ہے ہم خداوند عالم کو عفو و غفور تواب ورحیم بھی مانتے ہین اور عادل بھی، بے شک آریہ اور عیسائی ایک طرف اور قادیانی و احمدی دوسری جانب تینوں ہی فریق ہمارے نزدیک یومن ببعض و یکفر ببعض کا مصداق ہین۔ فرق اتنا ہی کہ پہلے دونون فرقون نے صفت عدالت کے اقرار کے ساتھ عفو و غفران کی صفت سے کنارہ کشی کی ہی اور دوسرے فریق نے عفو و مغفرت کے اقرار کے ساتھ صفت عدالت کے انکار کو ضروری سمجھا ہی، ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض

اخلاقی موازنہ

مشتہر صاحب نے ہمارے ۵۴ صفحہ کے رسالہ مین سے صرف ان چند لفظون کو نقل کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے کہ:۔

دو سال کا زمانہ گذر گیا صدائے برنخواست عالم احمدیت مشتہر

خموشان بنگیا" بلفظ الواعظ نمبر ۲ و ۳ سنہ ۳۱ء"

انکو اس عبارت مین نہین معلوم کیا نظر آیا اور بمفاد الحق مر انکو کتنی تلخی محسوس ہوئی کہ وہ اسکے اخلاقی پہلو کا مرثیہ پڑھنے بیٹھ گئے اور وہ رقمطراز ہین کہ:

"ناظرین! احمدیت کی تعلیم و اخلاق اس عبارت کے ہم وزن جواب دینے سے قاصر ہے"

لیکن انہی کے مخاطب ناظرین اگر غور سے دیکھین تو اونکا احمدیت کی تعلیم و اخلاق کا نمونہ چند ہی صفحون کے بعد حسب ذیل الفاظ مین نظر آ۔ لے گا۔

"اب ہم پھر اپنے اصلی مخاطبین علمائے تشیعین سے عرض کرتے ہین کہ دیکھا حضرات یہ آپکا وہ تحفہ ہے جسکو آپنے آریان ا علیسائیون سے لیکر ناحق احسان مندی کی صلیب کو اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا جس سے بجز بوجھون مرنے کے نجات نہ ملی"

یہ ہے غلام احمدی تہذیب و اخلاق۔

موازنہ دیگر

احمدیت کے پلہ کا ارتفاع

بقول مشتہر صاحب، دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے کھلجائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے۔

مشتہر صاحب نے اپنے اس مختصر سے رسالہ یا اشتہار مین جس طرح اپنے شاعرانہ کمالات کا مظاہرہ کیا ہے علم جدل و مناظرہ کے جوہر دکھلائے ہین فن مغالطہ وسفسطہ مین مہارت کے نمونہ پیش کئے ہین اسی طرح انھون نے اپنی فلسفی شان اور برہانی طاقت کا اظہار ضروری سمجھ کر کچھ عقلی زبردست اعتراضات پیش کرنا بھی ضروری سمجھے ہین جنکے مقابلہ مین بخیال اُنکے عالم شعیت لرزہ براندام نظر آئیگا ہم اُن اعتراضات کو اُنہی کی لفظون مین ایک ایک کر کے نقل کرتے ہین جس کے بعد ناظرین اندازہ کرینگے کہ اُمنین کہان تک قوت ہے۔"

پہلا اعتراض "لفظ توحید کہ جو ذات مستجمع صفات و کمالات ہے اُس پر صفت عدل زائد موجودہ کو ماننا توحید کے مصداق ہونے مین تعدد و ثنیہ کو چاہتا ہو اور یہ شرک ہے،

حضور والا! لفظ توحید ذات مستجمع صفات وکمالات نہین ہے، وہ تو ایک دہن سے نکلتی ہوئی پنج حرفی صدا ہے جو مرکب ہے ت و ح ی د سے اور ظاہر ہے کہ لفظ ع د ل اُس پر زائد اور اُس سے جداگانہ ہے لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہٗ کے مفاد کے مطابق اسلام کو اسمی ورسمی حیثیت سے رکھنے والے حقیقت ذاتِ احدیت کو لفظ "توحید" مین محدود نہ سمجھین گے تو اور کیا ہوگا۔ ذات باری لفظ توحید کا مصداق بھی نہین ہے اسلئے کہ اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ مین توحید کی لفظ نہین ہے اور نہ اللہ توحید کہنا صحیح ہے، مفہوم توحید پر صفت عدل کو زائد

ماننے کا لازمہ بھی یہ نہیں ہے کہ مصداق میں تعدد و تثنیہ پیدا ہو جائے، عالم قادر مرید کارہ حی خالق رازق وغیرہ سب کا مفہوم جداگانہ ہے لیکن مصداق سب کا ایک ہی ذات مستجمع الصفات والکمالات ہے۔"

دوسرا اعتراض "اگر صفت عدل بھی صفات حقیقیہ سے عین ذات ہے تو اقتران وانضمام اس صفت عدل کا موصوف کے ساتھ مستلزم ترکیب ہوگا۔"

اگر عبارت نہو تو غرض کیا جائے کہ اقتران وانضمام کے لئے تغایر کی ضرورت ہے اور ترکیب تعدد کی مقتضی ہے اور جبکہ اس صفت کو مقام مصداق میں عین ذات تسلیم کر لیا تو نہ اقتران وانضمام کی لفظ کا اطلاق صحیح ہے اور نہ ترکیب اس کا لازمہ ہے۔ بے شک توحید و عدل میں مفہومی فرق ہے جس کے باعث توحید کی لفظ کے بعد عدل کا اعتبار کرنا ضروری ہے

تیسرا اعتراض ۔ اگر صفت عدل زائدہ کو قائم لذاتہ تسلیم کیا جائے تو احتیاج ذات الٰہی کا بسوئے غیر لازم آتا ہے۔"

بے شک صفت زائدہ ماننے کا لازمہ یہی ہے اور اسی لحاظ سے ہم کچھ ہم مشرب فرقۂ اشاعرہ کی ہاں میں ہاں ملانے سے قاصر رہیں۔ جو صفات باری کو زائد علی الذات سمجھتے ہیں لیکن ہم تو صفات الٰہیہ کو عین ذات سمجھتے ہیں جس کی بنا پر استکمال بالغیر کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ تھے وہ اعتراضات جنکو بڑے رعد و برق کے ساتھ پیش کیا گیا ہو
مگر ناظرین نے دیکھ لیا کہ اُن مین کتنی طاقت ہے

عدل کے قرآنی ادلّہ

اور

مشتہر کی پریشانی

"اصول دین اور قرآن نمبر ۲" مین خداوند عالم کی صفت عدل اور نفی ظلم کے اثبات مین چالیس آیتین پیش کی گئی ہین، مشتہر نے کافی غور و خوض کے بعد جب سینتیس آیتون مین مجال دم زدن نہ دیکھا تو صرف تین آیتون کو بخیال خود مورد اعتراض قرار دیکر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا ہے۔

(۱) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان — یقیناً خدا عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

غرض اس آیت کے ساتھ استدلال سے یہ ہو کہ عدل و احسان ایسی صفت ہے جو خدا کو محبوب و مطلوب ہے، وہ چیزین کہ جنکا خداوند عالم نے حکم دیا ہے چند قسم کی ہین ایک وہ فرائض عبودیت ہین کہ جو بندون کے لئے بہ نسبت اپنے خدا کے لازم ہین جیسے نماز روزہ اور اُنکے مقدمات وغیرہ یہ عباد کے ساتھ مخصوص ہین اور خدا اُنکا عمل پیرا نہین اسلئے کہ وہ کسی بلند و برتر ہستی

کے ساتھ سلسلۂ عبودیت نہین رکھتا نہ اُسکے فرائض کو ادا کرے، دوسرے وہ
باہمی افراد کے روابط و تعلقات ہین جنکی بنیا داعضا ر و جوارح اور جسم و
جسمانیات پر قائم ہے مثلاً چار عورتین کرنے کا حکم ان سے خلوت کرنے کا حکم
طلاق کا حکم، بچون کو دودھ پلانے کا حکم وغیرہ وغیرہ جنکو معترض نے پیش
کیا ہے اُنکا اعضاء جسمانیہ سے متعلق ہونا خود بندون کے ساتھ اُنکے اختصاص
کا ذمہ دار ہے خداوند عالم سے اُنکے صدور کی توقع بے موقع ہے۔ تیسرے
وہ صفات و کمالات جنکی بنیا جسمانی تعلقات پر قائم نہین ہے ......
اور اونکا ثبوت باری تعالےٰ کے لئے ناممکن نہین ہے، اُن صفات مین
جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے خود بھی اُس کے ساتھ متصف ہے، صدق کا
حکم دیتا ہے اور خود بھی صادق ہے ومن اصدق من اللہ قیلا وعدۂ وفا کی
کا حکم دیتا ہے اور خود بھی وعدہ وفا ہے ان اللہ لایخلف المیعاد ظلم سے
منع کرتا ہے اور خود بھی ظالم نہین ہے وما ربک بظلام للعبید، یہان
تک کہ صلوٰۃ کا پیغمبر پر اُس نے حکم دیا ہے اور خود بھی شامل ہے ان اللہ
وملائکتہ یصلون علی النبی۔ خود اُسکو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ کسی
چیز کا حکم دیا جائے غیر کو اور خود اُس پر عامل نہو اتامرون الناس بالبر
وتنسون انفسکم، وہ صفت کہ جو اُسکو محبوب و مطلوب اور اُس کے خلاف
طرز عمل مکروہ و مبغوض ہے اُسکا انتفاء اُسکی ذات مقدسہ سے اُسکی حکمت

مطلقہ کو دیکھتے ہوئے چند ہی صورتون سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ وہ اُس صفت کی تحصیل سے عاجز ہے اور اُسکے لئے ممکن نہین ہے کہ وہ اس صفت کو اختیار کرسکے دوسرے یہ کہ وہ اس صفت کے محبوب ومطلوب ہونے سے ناواقف اور جاہل ہے اور تیسرے یہ کہ اس محبوب ومحمود صفت کو جان بوجھ کر باختیار خود وہ ترک کرتا ہے پہلی صورت عجز اور دوسری جہل اور تیسری عبث وسفاہت وتعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا

(۲) وما ربک بظلام للعبید — تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا"

مشتہر صاحب رقمطراز ہین۔ "اوّل تو قرآن شریف مین لفظ ظلم بہت سے معنون مین آیا ہے یہانتک کہ مقام مدح مین بھی ظلم کا لفظ آیا ہے"

اول تو اس کا ثبوت مشتہر کے ذمہ ہے کہ مقام مدح مین ظلم کا لفظ کہان آیا ہو اسکے علاوہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ صفت ظلم جس کی خدا اپنی ذات سے نفی کر رہا ہے اُن معنون مین نہوگی کہ جن کے اعتبار سے مقام مدح مین ظلم کا لفظ آیا ہے لہذا اسکے معنی یہان ناانصافی اور بے عدالتی ہی کے ہوسکتے ہین "یہ کہنا کہ ظلم کا مقابل عدل کب آتا ہو کوئی محاورہ نہین بلکہ ظلم کے مقابل پر رحم لاتے مین" عربی زبان سے ناواقفیت پر مبنی ہو ظلم کے وہی معنی تعدی وتجاوز اور وضع الشئ فی غیر محلہ کے ہین اور اسی کے مقابل صفت کا نام عدالت ہے جسکی توضیح سابق مین پورے طور پر ہوچکی ہو رحم کے مقابل قساوت ہے جسکو مفہوم ظلم سے کوئی تعلق نہین۔

(۳) اشهد الله انه لا اله الا هو والملٰئکة واولو العلم قائماً بالقسط ۔	خدا اور اسکے ملائکہ اور صاحبان علم اس امر کے گواہ ہین کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے،

اس موقع پر مشتہر صاحب نے اپنے تبحر علمی اور علم نحو اور عربیت مین مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے حسب ذیل گہرافشانی فرمائی ہے:-

"آیت مین قائما بالقسط حال واقع ہوا ہے ملائکہ اور اولوالعلم کا اور یہ بات نحو میر کے پڑھنے والے بچے بھی خوب جانتے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک حکم مین شامل ہوتے ہین لہذا خدائے تعالےٰ نے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور فرشتہ اور علم والے خدا کی گواہی کے خلاف گواہی دے رہے ہین کہ وہ عادل ہے یہ خدا کو لازم تھا کہ شہادت دیتا کہ مین عادل بھی ہون اور اکیلا معبود بھی ہون۔ یہ عجیب دھاچوکڑی ہے کہ خدا کی گواہی اور ہے فرشتون اور علم والون کی شہادت خدا کی شہادت سے اور ہے"

اس عبارت کے اجزا مشتہر صاحب کے ذہن کی ترجمانی کرتے ہوئے کچھ اتنے منتشر اور پریشان ہین کہ ان کا تطابق و توافق ہمارے امکان کی بات نہین، نیز علمی موازین کے اعتبار سے انکی ساخت و پرداخت بھی انسان کی

طاقت سے باہر ہے۔

اتنی بات کا سمجھنا شاید دشوار نہو کہ حال و ذو الحال کے درمیان
مفرد و جمع ہونے مین تطابق ہوتا ہے پھر قائما بالقسط جو مفرد صیغہ ہے وہ
وہ ملائکہ و اولوا العلم کا جو جمع کے صیغہ ہین حال کیونکر قرار پائیگا؟ اس وحدت
والتعدد کے اجتماع کو شاید مشتہر نے نصاری کی توحید فی التثلیث کے گورکھ
دھندے سے اخذ لیا ہے، اور شاید کہ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی واقف
ہین کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم مین شامل ہوتے ہین اور ظاہر ہے کہ
ملائکہ و اولوا العلم کا عطف لفظ اللہ پر ہے تو جس طرح ملائکہ و اولوا العلم کے لئے
قائم بالقسط کے حال ہونے کو ثابت کیا گیا ہے وہ خدا کے لئے بھی ثابت
ہوگا۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ جب قائما بالقسط ملائکہ و اولوا العلم کا حال قرار
دیا گیا تو یہ انکی صفت قرار پائے گی بایں معنی کہ ملائکہ و اولوا العلم قائم بالقسط
ہین پھر یہ معنی کیونکر پیدا ہوے کہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ واحد و یکتا
ہے اور ملائکہ و اولوا العلم گواہی دیتے ہین کہ وہ یعنی خدا عادل ہے اسکے لئے تو
ضرورت اسکی تھی کہ قائما بالقسط مشہود بہ واقع ہوتا اور عبارت یون ہوتی کہ
شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ واولوا العلم انہ قائم بالقسط
پھر معنوی حیثیت سے یہ امر سمجھنے کے قابل ہے کہ آخر ملائکہ اور ان ہستیون کو
جن کو تمام مدح مین اولوا العلم سے تعبیر کرکے خود حضرت حق تعالی نے انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء کے مصداق ہونے کی گواہی دیدی ہے ان سب کو خدا کے ساتھ کونسی ضد پیدا ہوگئی ہے کہ یہ اسکے مقابلہ مین گھا رکی لڑائی پر تُل گئے ہین، وہ تو کہر رہا ہے کہ مین واحد و یکتا ہون اور یہ خواہ مخواہ اسکے برخلاف یہ کہے جا رہے ہین کہ وہ عادل ہو۔ ملائکہ کے متعلق تو خود حضرت احدیت نے فرمایا ہے کہ لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون پھر یہ آخر جنگ مغلوبہ کیسی خدا اور اسکے پاک و مقدس ملائکہ اس تہمت سے بلند و برتر ہین۔

اس دہاجوکڑی کی ذمہ داری نوشتہر صاحب پر ہے کہ اُنھون نے خداوند عالم کے معجز کلام کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق اس طرح کی ہو کہ وہ تو قواعد عربیت پر منطبق نہ فصاحت و بلاغت کے اصول کے موافق اور نہ معنوی حیثیت سے قابل قبول ہو، اُنھون نے خدا اور اسکے ملائکہ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اُن کے قادیانی اور احمدی اتباع کے مثل سمجھ لیا ہے، مرزا صاحب کا دعویٰ مین ہو کہ مسیح بن مریم اور مہدی موعود ہون قادیانی جماعت کا ادعا یہ کہ وہ نبی بروزی اور ظلی یا نبی حقیقی تھے اور احمدیون کا قول یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک مجدد مذہب کی حیثیت رکھتے تھے۔

اس دہاجوکڑی کی مثال خدا کے کارخانۂ قدرت اور عالم ملکوت و جبروت مین ڈھونڈھنا خدا شناسی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہین ہو۔

مشتہر صاحب سورۂ حمد میں صفت عدل کا تذکرہ موجود نہ ہونے کو اس امر کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ خداوند عالم عادل نہیں ہے حالانکہ اگر آنکھیں کھولکر دیکھیں تو وہیں صفت عدل کی گواہی نظر آئے گی پڑھو!

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین دین کے معنی؟ جزا۔ جزا عدالت کا نتیجہ ہے خدا نے اپنے مالک یوم الدین یعنی صاحب روز جزا ہونے کا اعلان کرکے درحقیقت اپنے عادل ہونیکا ثبوت دیا ہے، واللہ یحق الحق بکلماتہ والذین کفروا حجتہم داحضۃ عند ربہم۔

(ناچیز علی نقی النقوی عفی عنہ)

(از ناحیۂ مقدسۂ قم (ایران))

امامیہ مشن لکھنؤ کے گرانقدر کارنامے

قاتلان حسین کا مذہب۔ وہی مقبول عام رسالہ ہے جسکے شائع ہونیکے بعد خوارج کے کیمپ میں کہرام برپا ہے دوسرا ایڈیشن قریب ختم ہے جلد طلب فرمایئے قیمت ۴ر خرچہ ڈاک ار

تحریف قرآن کی حقیقت۔ اس کتاب میں قرآن مجید کی عظمت اور دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ میں اسکا اعتبار تحریف قرآن پر فریقین کے نقطہ نظر سے بحث اور ایمان بالقرآن کی حقیقت، ان تمام مطالب کو انتہائی جامعیت سے بیان کیا گیا ہے قیمت ۵ر خرچہ ڈاک ار

مولود کعبہ۔ یہ رسالہ بھی حضرت سید العلماء مدظلہ کے پانچ بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت صرف ایک آنہ اور خرچہ ڈاک دو پیسے۔

وجود حجت۔ اس رسالہ میں مندرجہ ذیل عنوانات پر فیصلہ کن بحث کیگئی ہے۔ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر۔ غیب پر اعتقاد کا معیار۔ دنیا نے غیب کا کس کس طرح انکار کیا۔ وجود حجت کی ضرورت اور عقل و نقل سے اسکا ثبوت حضرت مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کی غیبت کے اسرار اور مدعیان مہدویت کے دعاوی پر سرسری نظر وغیرہ وغیرہ۔ قیمت صرف چار آنے اور خرچہ ڈاک ایک آنہ۔

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین سکرٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

معجز و بیّنات

نئی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام میں ظاہر ہوئی ہے۔ سال گذشتہ عراق میں مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے ہیں انکے مستند تفصیلی واقعات ذاتی تحقیقات اور مستند ذرائع سے تصدیق شدہ معلومات حاصل کرکے ایک جا شایع کر دئے گئے ہیں جو ارباب ایمانی کیلئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل میں صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت سید العلما مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور ان ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور استناد و اعتبار کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے، ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت کیساتھ تیار ہے اور اسمیں متعدد شفا یافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل ہیں جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اسکے اعتبار و استناد میں اضافہ کا باعث ہوئے ہیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ/)

ملنے کا پتہ:

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ